Date 6-9-18

نام :- ایاز احمد

درجہ :- سادسہ "ج"

کتاب :- تفسیر البیضاوی

تاریخ :- 06-09-2018ء

جامعہ :- جامعۃ المدینہ آفندی ٹاؤن حیدرآباد

العلم بالتکرار :-

قول استاذ العام المحترم صاحب

جہاں ارادہ ہو وہی راستہ ہوتا ہے :

"استاذ بلال احمد صاحب"

انسان کو اپنے [illegible] استعمال کی حد تک [illegible]

"استاذ شفیق صاحب"

سبق کے وقت نظریں [illegible] ہو
کتاب کی وقت نظر ہو

"استاذ شفیق صاحب"

پیسوں کی طلب نہ ہو

پانی پیاس کے حساب سے پیو
وقت کے حساب سے پیو

"استاذ شفیق صاحب"

[illegible]

آزادی مضمون سمجھ نہ آئے تو
دوستوں سے [illegible] اور نہ

"استاذ شفیق المدنی صاحب"

1

۲

Date 25-11-18

"ششماہی ثانی"

س۱: واذا لقوا الذین آمنوا قالوا آمنا :- اس آیت سے کس چیز کا بیان ہے؟

ج: اس آیت سے منافقین کے معاملات کو جو مؤمنین اور کفار کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ اور منافقین کے مذھب اور منافقین کے نفاق کو بیان کر دیں گئے :-

س۲: اس آیت سے پہلی والی آیت میں "آمنا" (ومن الناس من یقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر) ذکر ہے۔ اور اس آیت میں بھی "آمنا" کا تذکرہ ہے یہ تو تکرار لازم آ رہا ہے :-
اس کی وضاحت فرمائیے؟

ج: پہلا جواب :-

پہلی والی آیت "ومن الناس من یقول آمنا" میں منافقین کا عقیدہ ثابت ہے۔ اور مؤمنین کے ساتھ لقاء ثابت نہیں ہے۔ جبکہ دوسری آیت میں منافقین کا مؤمنین کے ساتھ لقاء ثابت ہے۔ کہ کس طرح منافقین مؤمنین کے ساتھ مل کر نفاق کا ارتکاب کرتے ہیں :-

دوسرا جواب :-

پہلی آیت میں منافقین کا "اقرار لسان (حدوث ایمان) کا ثبوت ہے۔ اور دوسری آیت میں "تصدیق قلب" (خلوص ایمان) کا ثبوت ہے۔

اس جواب پر "2" دلیلیں۔

پہلی دلیل :-

علماء مفسرین نے اس طرح تفسیر کی ہے۔ کہ پہلی آیت سے منافقین کے "حدوث ایمان" کا ذکر ہے اور دوسری آیت میں "خلوص ایمان" کا ذکر ہے۔

دوسری دلیل :-

منافقین جب اپنے سرداروں کے پاس جاتے ہیں۔ ان کو کہتے ہیں کہ "انا معکم" یعنی ہم تمہارے پاس ساتھ ہیں۔

تو اس سے بات یہ چلتا ہے کہ مؤمنین کی تکذیب کیا۔ اور تکذیب اسوقت کہلائے گی جب تصدیق کی ہو :- تو معلوم ہو گیا کہ دونوں آیتوں میں آمنا کی تکرار نہیں ہے :-

Date 25-11-18

س ۳: "واذا لقوا الذین امنوا قالوا آمنا" اس آیت کا شانِ نزول تحریر کریں؟

ج: یہ آیت مبارکہ عبداللہ بن ابی وغیرہ منافقین کے حق میں نازل ہوئی۔

ایک بار انہوں نے صحابہ کرام علیہم الرضوان کی ایک جماعت کو آتے دیکھا۔ تو عبداللہ نے پہلے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کو پکڑا اور بولا خوش آمدید آپ صدیق ہے۔ بنی تیم کے سردار اور شیخ الاسلام سرکار علیہ السلام کے ساتھی اور اپنی جان ومال کو سرکار علیہ السلام کیلئے قربان کرنے والے کو۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کو پکڑا بولا۔ خوش آمدید آپ بنی عدی کے سردار ہیں۔ فاروق آپ کا لقب ہے۔ آپ دین میں مضبوط ہیں۔ اور آپ نے اپنی جان ومال سرکار علیہ السلام کیلئے قربان فرمانے والے کو۔

پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ کو پکڑا۔ بولا۔ خوش آمدید۔ کہ آپ سرکار علیہ السلام کے چچا کے بیٹے ہیں۔ آپ سرکار علیہ السلام کے علاوہ بنی ہاشم کے سردار ہیں۔

تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ اے عبداللہ! رب سے ڈر نفاق چھوڑ۔ وہ بولا کہ اے علی آپ یہ کیوں فرماتے ہیں۔ ہمارا ایمان تو آپ حضرات کی طرح ہیں۔

جب صحابہ کرام علیہم الرضوان وہاں سے چلے گئے۔ تو عبداللہ اپنی جماعت سے کہا۔ کہ دیکھا میں نے کیا چال چلی۔ تو ان لوگوں نے عبداللہ کی تعریف کی۔

تب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

س ۴: "لقاء" کا لغوی معنیٰ تحریر فرمائیے؟

ج: "لقاء" کا معنیٰ "ملنا" اور "سامنے آجانا" اور "متوجہ ہونا" ہے۔

عرب کا مقولہ بطورِ دلیل کے:۔ "لقیتہ ولاقیتہ"

Date 25-11-18

یہ مقولہ کب کہا جاتا تھا۔
اُس وقت کہا جاتا تھا کہ
جب تو اُس سے ملے یہ متوجہ ہو۔
اور "لقاء"
سے "القیتہ (یعنی میں نے پھینکا) ہے۔

س: "لقاء" مشتق اور "القیتہ" مشتق منہ۔ اب سوال یہ ہے کہ مشتق اور مشتق منہ کے درمیان وجہ مناسبت کیا ہے؟ تحریر کریں:۔

ج: جب تو نے کوئی چیز سامنے والے کی طرف پھینکی اور سامنے والے نے پکڑ لی تو اب آپ اور سامنے والے کے درمیان "ملاقات" ثابت ہوئی۔
یہی تو وجہ مناسبت ہے۔ مشتق اور مشتق منہ کے درمیان:۔

"وإذا خلوا إلى شيطينهم"

س: "خلوا" کے مشتق منہ اور اس کے معنی تحریر کریں؟

ج: "خلوا" کے مشتق منہ "2" ہیں:۔ جو درج ذیل ہیں:۔

پہلا مشتق منہ:۔
"خلو" یہ "خلوت بفلان و إليه" سے مشتق ہے:۔ اس صورت میں "خلوا" کے معنی "انفرادیت" کے ہوں گے:۔
تو اس صورت میں اس کا صلہ "الی" کے ساتھ آئے گا۔

دوسرا مشتق منہ و معنی:۔
"خلوا" یہ "خلاک ذم" سے مشتق ہے۔ تو اس صورت میں "خلوا" کے معنی "گزرنے" کے ہوں گے:۔

مطلب:۔ جب وہ اپنے شیطانوں کی طرف چلے جاتے ہیں گزر جاتے ہیں:۔
تو اس صورت میں "خلوا" کا صلہ "الی" لانا درست ہے:۔
اور اسی سے "قرون خالیہ" بھی ہے۔

Scanned by CamScanner

Date 26. 11. 18

تیسرا مشتق منہ و معنی :-

"خلوا" یہ "خلوت بہ" سے مشتق ہے۔ تو اس صورت اس کے معنی "مذاق" کے ہوں گے۔

تو اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا:

س 7: جب "خلوا" کا معنی "سخر" مراد لیا جائے تو اس صورت میں "خلوا" کا صلہ تو "الی" کے ساتھ لانا درست نہیں ہے؟ حالانکہ آیت میں صلہ "الی" کے ساتھ آیا ہوا ہے؟

ج: جب ہم "خلوا" سے "مذاق" کے معنی مراد لیے گئے تو اس صورت "خلو" بمعنی "انتھاء" کے ہوگا۔ "الی" انتھاء کے معنی کو متضمن ہے۔

مطلب: جب منافقین مؤمنین سے مذاق کرنے کی انتھاء کو پہنچے:-

تو اب "خلوا" کا صلہ "الی" کے ساتھ لانا درست ہو جائے گا:-

س 8: الی شیطینھم یہاں پر شیطان سے کیا مراد ہے؟

ج: پہلی مراد:-

یہاں پر "شیاطین" سے مراد وہ ہیں جو کہ اپنے سرکش ہونے میں شیطان کی مثل ہوں:- اسلئے کہ ان کا کفر ظاہر ہے:-

دوسری مراد:-

بڑے بڑے منافقین مراد ہیں۔ اور جو مؤمنین سے ملتے ہیں وہ چھوٹے منافقین ہیں:-

س 9: منافقین کی اضافت "شیطان" کی طرف کیوں کی "الی شیطان" صرف فرما دیتے؟

ج: کفر میں مشترک ہیں۔ اس وجہ سے منافقین کی اضافت "شیاطین" کی طرف کی:-

س 10: "شیطان" کا "نون" اصلی ہے یا زائد؟ جواب لکھئے:

ج: امام سیبویہ کے اس بارے میں "2" قول ہیں۔

پہلا قول:-

شیطان کا نون اصلی ہے۔ اس صورت میں اسکا

Scanned by CamScanner

Date 26-11-18

مشتق منہ "شطن" ہے۔ بمعنی دُوری :-

مطلب :- شیطان اصلاح سے دُور ہوا :-

دلیل :-

شیطان کا نون اصلی ہے اس پر بطورِ دلیل کے عرب کا مقولہ "تشیطن" گواہ ہے :-

دوسرا قول :-

شیطان کا نون "زائد" ہے۔ اس صورت میں اسکا مشتق منہ "شاط" ہوگا۔ بمعنی باطل و ہلاک :-

وجہ :-

اس لیے کہ شیطان ہلاک ہوا۔ اور جو پہلے کچھ عبادتیں کیں وہ سب کے سب باطل ہوئیں :-

"قالوا إنا معكم"

س :- منافقین نے جب مؤمنین سے خطاب کیا تو جملہ فعلیہ کے ذریعے۔ اور شیاطین سے خطاب کیا تو جملہ اسمیہ کے ذریعے۔ اور جملہ اسمیہ کے ساتھ تاکید بھی ذکر کی۔ حالانکہ بلاغت کا اصول ہے جب مخاطب منکر ہو تو وہاں پر کلام کو مؤکد لانا واجب ہے۔ اور مؤمنین تو منکر تھے لیکن پھر بھی تاکید نہ لائی۔ اور شیاطین تو منکر نہیں تھے لیکن پھر بھی وہاں پر اپنے کلام کو مؤکد لایا؟ ایسا کیوں کیا؟

ج :- پہلا جواب :-

فعلیہ یہ حدوث اور تجدد پر دلالت کرتا ہے۔ تو منافقین کا مؤمنین کو یہ بتانا مقصود تھا کہ ہم پہلے کافر تھے ہم اب مؤمن ہوگئے ہیں :- منافقین کا حدوثِ ایمان کا دعوی کرنا مقصود تھا۔ اور "حدوث" کا معنیٰ فعلیہ میں ہوتا ہے۔ اس وجہ سے مؤمنین سے جملہ فعلیہ کے ذریعے خطاب کیا۔

اور اسمیہ میں "دوام" اور "استمرار" کا معنیٰ ہوتا ہے۔ تو منافقین کا اپنے سرداروں کو یہ بتانا مقصود تھا کہ ہم پہلے بھی کافر تھے اور اب بھی کافر ہیں۔

Scanned by CamScanner

Date 27.11.18

دوسرا جواب :-

تاکید وہاں پر لائی جاتی ہے جہاں پر متکلم کی چاہت و خواہش ہو -

منافقین کو یہ خواہش بھی نہیں تھی کہ ہم ایمان لائے - ہم مسلمان ہو جائیے - جب منافقین کو یہ چاہت نہیں تھی - تو منافقین نے مؤمنین سے بغیر تاکید سے کلام کیا - صرف " آمنا " کہا -

تیسرا جواب :-

بسا اوقات تاکید اپنے کلام کو پختہ کرنے کی وجہ سے بھی لائی جاتی ہے - اپنی بات کو کمال دعوی تک پہنچانے کی وجہ سے بھی لائی جاتی ہے -

اور منافقین کو اپنا کلام پختہ کرنے کی ضرورت بھی نہیں تھی - اپنے کلام کو کمال دعوی تک پہنچانے کی اُمید بھی نہیں تھی -

جب اُمید نہیں تھی تو کلام کو بغیر تاکید کے ذکر کیا :-

" إنما نحن مستهزءون "

س 12 " إنما نحن مستهزءون " اس آیت کا ماقبل آیت سے کیا تعلق ہے ؟

ج پہلی توجیہ :-

" انما نحن مستهزءون " یہ آیت ماقبل آیت " انا معکم " کی تاکید بن رہی ہے -

سوال :-

مؤکد اور تاکید میں تو الفاظ و معنی ایک ہوتے ہیں لیکن ان دونوں آیت میں الفاظ تو ایک نہیں ہیں ؟

جواب :-

" انا معکم " کا معنی ہم تمہارے ساتھ ہیں اس آیت کے مفہوم کو پختہ کرنے کیلئے منافقین نے کہا " انما نحن مستهزءون " یعنی ہم تمہارے ساتھ ہیں مؤمنین سے تو ہم مذاق کرنے والے ہیں -

Scanned by CamScanner

Date 28 - 11-18

دوسری توجیہ :-

"إنما نحن مستهزءون" یہ آیت ماقبل آیت "إنا معکم" کا بدل کل بن رہی ہے۔

وجہ :-

اسلئے کہ جو بھی اسلام کی تحقیر کرے اور کافر ہو جاتا ہے اور منافقین نے بھی مؤمنین کی مذاق اڑائی۔ تو منافقین بھی کافر ہو گئے۔

بدل کل وہ ہوتا ہے جو مبدل کامل ہو۔

"انا معکم" کہا تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں یعنی ہم مؤمنین سے مذاق کرنے والے ہیں۔

تیسری توجیہ :-

"إنما نحن مستهزءون" یہ جملہ مستانفہ ہے۔

جب نحاۃ "جملہ مستانفہ" کہتے ہیں تو وہاں پر نیا جملہ شروع ہوتا ہے۔ بلغاء وہاں پر سوال مقدر کا جواب دیتے ہیں۔

سوال :-

"انا معکم" جب منافقین نے اپنے سرداروں سے کہا تو ان کے بڑے منافقین کو یہ شک و شبہ ہوا کہ تم تو مسلمانوں کے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں۔ ان کے وعظوں میں جاتے ہیں۔ پھر تم ہمارے ساتھی کیوں کر ہوئے؟

جواب :-

بڑے منافقین کے اس شک و شبہ کو دور کرنے کیلئے چھوٹے منافقین نے کہا "إنما نحن مستهزءون" ہم تو مؤمنین سے مذاق کرتے ہیں۔ دراصل ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

س 3 : "استهزاء" کا معنیٰ اور مشتق منہ تحریر کریں؟

ج : "استهزاء" کے معنیٰ "مذاق کرنا" کسی کو ہلکا پن جاننا۔

"استهزاء" کی اصل "خفۃ" (ہلکاپن) اور "خفۃ" یہ "هزء" سے ہے۔ اور "هزء" کا معنیٰ "قتل السریع" یعنی جلدی کرنا ہے۔

بطور دلیل کے عرب کے "2" محاورے پیش کرتے ہیں:-

1 - هزأ فلان :- یہ اُس وقت بولتے جب بندہ اپنی جگہ پر مر جائے۔

2 - ناقتہ تهزأ بہ :- یہ اُس وقت بولتے ہیں جب سواری اپنے سوار کو جلدی لے جاتی ہے۔

Scanned by CamScanner

Date 30-11-18

"اللہ یستھزئ بھم"

لفظی ترجمہ :- اللہ تعالیٰ منافقین سے مذاق کرے گا۔

س 14: قرآن کریم نے اللہ تعالیٰ کو عیب لگائے کہ اللہ تعالیٰ منافقین سے مذاق کرتا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ تو عیب سے پاک ہے؟

ج: "یستھزئ" اس کی "6" تاویلات ہیں :-

پہلی تاویل :-

اللہ تعالیٰ منافقین کو جزاء "بدلہ" دے گا۔ اُس چیز کا جو منافقین مؤمنین سے مذاق کرتے ہیں :-

سوال :-

جب "استھزاء" سے مراد "جزاء، بدلہ" مراد تھا۔ تو جزاء کو "استھزاء" سے تعبیر کرنے کی وجہ کیا ہے، جزاء کو جزاء سے تعبیر کیوں نہیں کیا؟

پہلا جواب :-

"جزاء" کو "استھزاء" سے تعبیر کرنا یہ مجاز مرسل کے طور پر ہے۔ لفظ کی ہم مجانست، ہم شکل کی وجہ سے "جزاء" کو "استھزاء" سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن پاک میں تو اسطرح کی بہت مثالیں ہیں :-

جزاؤا سیئۃ سیئۃ مثلھا :-

ومکروا ومکر اللہ :-

دوسرا جواب :-

"جزاء" کو استھزاء سے اس وجہ سے تعبیر کیا کہ اللہ تعالیٰ منافقین کو اُتنی جزاء دے گا۔ جتنی منافقین نے مؤمنین سے مذاق کی ہے۔

دوسری تاویل :-

"یستھزئ" سے مراد "وبال" ہے۔ یعنی :- مؤمنین سے "مذاق" کرنے کا وبال اللہ تعالیٰ منافقین پر ڈالے گا :-

تیسری تاویل :-

اللہ تعالیٰ منافقین پر حقارت اور ذلیل کرے گا۔ اور "استھزاء" کا لازم بھی یہی ہے۔ یعنی :- منافقین کا مؤمنین سے "استھزاء" کرنا یہ ملزوم ہے

Scanned by CamScanner

Date 02-12-18

اور اسکا لازم، حقیر و ذلت ہے۔ اور مذاق کرنے کی
غرض بھی تو یہی ہوتی ہے۔ کہ اُسکو ذلیل کرنا، حقیر کرنا۔ اُسکی
متکلم کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔
اور منافقین کی اللہ
تعالیٰ کے نزدیک کوئی اوقات نہیں تبھی تو اللہ تعالیٰ نے
منافقین کو ذلیل و رسواء کیا:۔

چوتھی تاویل:۔
اللہ تعالیٰ استہزاء کرنے والوں کے معاملہ کیطرح
منافقین سے معاملہ فرمائے گا:۔
یا دُنیا میں یا پھر آخرت میں معاملہ فرمائے گا:۔

دُنیا میں کسطرح معاملہ فرمائے گا:۔
دُنیا میں تو منافقین پر مسلمانوں کے
احکامات جاری کر دیے گئے:۔ یعنی:۔ منافقین کو مسلمانوں کی
مسجدوں سے کوئی روک نہیں، اور نہ ہی اسلامی کاموں
میں شرکت کرنے سے ممانعت، مرنے کے بعد کفن دفن وغیرہ
سارے احکام ان پر جاری جس سے وہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں پر ہمارا
دبدبہ خوب چلا۔ مگر مرنے کے بعد قبر میں جب داخل ہوں گے۔
تو پتہ چلے گا:۔

آخرت میں کسطرح معاملہ فرمائے گا:۔
آخرت میں اللہ تعالیٰ منافقین سے
اسطرح معاملہ فرمائے گا کہ منافقین ہونگے جہنم میں۔ لیکن
ان کیلئے جنت کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ تو منافقین خوش
ہوں گے کہ دروازہ ہمارے لیے کھولا ہے۔ جب منافقین دروازے
کے پاس پہنچ گئے تو دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ تو منافقین
شرمندہ ہوں گے:۔

دلیل:۔
قولہ تعالیٰ:۔ فالیوم الذین ءامنوا من الکفار یضحکون۔
(سورۃ المطففین : آیت 34)

س15 "یستھزئ" یہ "مستھزءون" لفظ کی رعایت کرتے ہوئے "یستھزئ"
کہا۔ تو یہ دونوں جملے ہوئے۔ اور دو جملوں کے مابین حرف عاطفہ
ہوتا ہے۔ لیکن یہاں پر حرف عطف تو ذکر نہیں ہے؟

ج "یستھزئ" کو جملہ مستانفہ بنایا۔ اس بناء پر حرف عاطفہ ذکر

Scanned by CamScanner

Date 02-12-18

نہ کیا۔
کیونکہ "یستھزئ" یہ فعل ہے ۔ اور فعل حدوث اور تجدد پر دلالت کرتا ہے ۔
اللہ تعالیٰ تو جزاء دینے کا متولی ہے ۔ منافقین نے مؤمنین سے استھزاء کیا ۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو اجازت نہ دی کہ تم جاکر اُن سے بدلہ لو اور تم بھی جاکر اُن سے استھزاء کرو۔
بلکہ مؤمنین کی طرف سے خود رب تعالیٰ ان کو جواب دے رہا ہے ۔ اور اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کے استھزاء کے مقابلہ میں منافقین کا مذاق بالکل کم اور بیکار ہے ۔
اسی بناء پر "اللہ مستھزئ بھم" نہ کہا ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ "استھزاء" کو پیدا کرتا ہے ۔ منافقین سے کبھی کس حالت میں استھزاء فرمایا کبھی کسی حالت میں ۔
دلیل :-
قولہ تعالیٰ :- أولا یرون انھم یفتنون فی کل عام مرۃ أو مرتین :- (سورۃ التوبہ آیت 127)

~

"ویمدھم فی طغیانھم یعمھون"

س [16] "یمد" کا مشتق منہ کیا ہے ؟ وضاحت کیساتھ لکھئے ؟
ج "یمد" یہ "مد الجیش" اور "أمدہ" سے مشتق ہے ۔
یہ دو محاورے اُس وقت بولے جاتے ہیں ۔ جب بندہ کسی چیز کو زیادہ کردے یا مضبوط کردے ۔
اور "یمد" سے ہی ("مددت السراج والارض" یعنی میں نے چراغ اور زمین کو زیادہ کیا) ہے :- یہ محاورہ اُس وقت بولا جاتا ہے ۔ جب بندہ چراغ کے اندر تیل ڈال کر اور زمین کے اندر کھاد ڈال کر "چراغ و زمین" کو زیادہ یا قوی کرے :-

س [17] "یمد" "المد فی العمر" سے کیوں مشتق نہیں ہے ؟
ج "یمد" "المد فی العمر" سے مشتق نہیں ہے ۔ اُسکی 2 "

Date 02.12.18

وجوہات ہیں۔ وہ دونوں وجوہات درج ذیل ہیں:۔

پہلی وجہ :۔

"المد فی العمر" سے جو بھی لفظ مشتق ہوتا ہے۔
اس کا صلہ "لام" کیساتھ آتا ہے۔ لیکن یہاں پر نہیں آیا۔
جیسے :۔ أملی له :۔

دوسری وجہ :۔

ابن کثیر کی قراءت میں "یُمِدُّهم" ہے۔
یعنی اللہ تعالیٰ انہیں مدد دیتا ہے تو اس قراءت میں بھی اسکا
مشتق منہ "المد فی العمر" نہیں ہے۔
جسطرح بعض آیات
بعض آیتوں کی تفسیر کرتے ہیں۔ ٹھیک اسی طرح بعض
قراءتیں یہ بعض قراءتوں کی تفسیر کرتی ہیں۔
جیسے :۔ ماقبل قراءت نے، قراءت کی تفسیر کی :۔

س[18] معتزلہ نے کہا کہ "یمد" کا فاعل اللہ تعالیٰ کو بنانا درست نہیں ہے
اسلئے کہ "سرکشی پر مدد کرنا یا سرکشی میں ڈھیل دینا" یہ افعال قبیح
میں سے ہے۔ اس فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا درست
نہیں ہے؟

ج "ڈھیل دینے کی نسبت" اللہ تعالیٰ کیطرف کرنا درست ہے۔
اسکی "4" توجیہات ہیں۔ جو درج ذیل ہیں :۔

پہلی تاویل :۔

"یمدهم فی طغیانهم" اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ
اللہ تعالیٰ نے منافقین سے اس مہربانی، انعامات کو روکا ہے
جو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین پر کیے ہیں۔ اور منافقین کو اللہ تعالیٰ
نے ذلیل و رسوا کیا۔ منافقین کے کفر اور اصرار کی وجہ سے :۔
اور اللہ تعالیٰ نے منافقین سے توفیق کے راستے کو روک دیا۔
جب توفیق کا راستہ روک دیا تو ان کے دل سیاہ ہوئے۔
جب دل سیاہ ہوئے تو منافقین سرکشی میں بھٹکتے پھرے :۔

دوسری تاویل :۔

سرکشی فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کیطرف کرنا
یہ مجاز مرسل کے اعتبار سے ہے :۔ مطلب :۔ اللہ تعالیٰ افعال
کا خالق ہے۔ اور مسبّب بھی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ہے تو رب
تعالیٰ نے شیطان لعین کو یہ قدرت دی کہ شیطان منافقین

Scanned by CamScanner

Date 03-12-18

کو گمراہ کرے ۔ اور ان کی سرکشی کو مزید زیادہ کرے ۔ منافقین کو گمراہ کرنے کے قریب شیطان ہے ۔ تو شیطان مسبب قریب بنا ۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے شیطان کو قدرت دی ۔

دلیل :۔

قولہ تعالیٰ :۔ واخوانھم یمدونھم فی الغی :۔

(سورۃ الاعراف : آیت 202)

اخوانھم :۔ شیطانوں کے بھائی ۔ اس سے مراد :۔ مشرکوں کو شیطان گمراہی میں کھینچتے ہیں :۔

تیسری تاویل :۔

"یمدھم" کی اصل "یمد لھم" ہے ۔ یعنی کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کو مہلت دی ۔ اور منافقوں کو ان کی زندگی میں ڈھیل دی ۔ اسلئے کہ وہ خبردار ہوں اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں ۔ لیکن منافقین سرکشی اور اندھے پن میں بڑھتے رہے :۔

معتزلہ نے کہا کہ "یمدھم" کا صلہ "لام" حذف ہے ۔

جیسے :۔ "واختار موسی قومہ" میں "من" حذف ہے :۔

چوتھی تاویل :۔

"یمدھم فی طغیانھم" سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منافقین کو اس وجہ سے مہلت دی کہ منافقین راہ راست پر آجائے ۔ وہ اپنے عقیدے کو درست کر سکے :۔ حالت یہ تھی کہ منافقین سرکشی میں بھٹک رہے تھے :۔

س 14 "طغیان" کا معنیٰ اور اسکی اصل تحریر کریں ؟

ج "طغیان" کا معنیٰ :۔

کسی چیز کا گمراہی میں بڑھ جانا اور کفر میں غلو کر جانا "کفر میں دور تک چلے جانا" :۔

اصل :۔ ایک چیز کو اُس کے مکان سے علیحدہ کر دینا :۔

دلیل :۔

قولہ تعالیٰ :۔ انا لما طغا الماء حملنٰکم :۔

(سورۃ الحاقہ آیت 11)

Scanned by CamScanner

Date 03.12.18

س[20] آیت کریمہ میں "یعمھون" کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کا معنیٰ تحریر کریں؟

ج "عمہ" کا حقیقی معنیٰ:-
"دل کے اندھے کو عمہ کہتے ہیں۔
اور "عمی" آنکھ کے اندھے کو کہتے ہیں:-
"عمہ" کا مجازی معنیٰ:-
"کسی معاملے میں حیران ہونا" اسکو "عمہ" کہا جاتا ہے:-
بطور دلیل کے عرب کا محاورہ:-
رجل عامہ وعمہ:
مرد پریشان و حیران ہونے والا:-
"أرض عمہاء" یہ اس زمین کو کہا جاتا ہے۔ جس میں گھاس وغیرہ کا نشان نہ ہو۔ جسکو "بنجر زمین" کہا جاتا ہے:-
جیسے:- أعمی الھدی بالجاھلین العمہ:-
ترجمہ:- اس نے ہدایت کو اندھے جاہلین سے مخفی رکھا:-

﴿ اولئك الذین اشتروا الضللة بالھدی ﴾

س[21] آیت کریمہ میں "اشتروا" آیا ہوا ہے۔ اسکا مرادی معنیٰ تحریر کریں؟

ج "اشتروا" کا مرادی معنیٰ یہ ہے کہ
1- منافقین نے گمراہی کو ہدایت کے بدلے میں "اختیار لیا، پسند کیا:-
2- منافقین نے گمراہی کو ہدایت سے تبدیل کیا:- یہ "اشتروا" کے مرادی معنیٰ ہیں:-

س[22] "اشتروا" کے حقیقی اور مجازی معنیٰ تحریر کریں؟

ج "اشتروا" کا ایک حقیقی معنیٰ اور 2 مجازی معنیٰ ہیں:-
حقیقی معنیٰ:-
ثمن کو خرچ کرکے سامان لے لینا:-
1- صورت:- اگر دونوں عاقدوں میں سے ایک پاس "ثمن نقدی" موجود ہیں۔ تو یہ "مشتری" اور دوسرا "بائع" بن جائے گا:-

Scanned by CamScanner

Date 4.12.18

2. صورت :- اگر دونوں فردوں کے پاس ثمن ہے۔ تو جو لے گا۔ تو وہ "مشتری" ہوگا۔ جو بیچے گا وہ بائع بنے گا:-

اسی وجہ سے "بیع وشراء" دونوں "اضداد" میں سے ہیں۔ یعنی:- شراء کی جگہ بیع اور بیع کی جگہ شراء بول سکتے ہیں۔

پہلا "اشتراء" کا مجازی معنیٰ :-

"شراء" سے معنیٰ نے "رغبتی" سے منہ موڑنا "اس چیز سے منہ موڑنا جو پہلے ہی سے اسکے قبضہ میں ہو۔ پھر اسکے بعد بندہ اس چیز کو چھوڑ کر دوسری شئ لے لینا:-

مطلب کہ:- منافقین پہلے مسلمان تھے۔ لیکن بعد میں اسلام چھوڑ کر "کفر" کو لے لیا:-

سوال :-

"شراء" کا معنیٰ بتایا کہ اُس چیز سے منہ موڑنا جو قبضہ میں ہو۔ حالانکہ "اسلام" تو ایسی چیز نہیں جس پر قبضہ کیا جائے۔ جب قبضہ نہ ہوا تو اس سے منافقین نے منہ کیسے موڑا؟ جواب ارشاد فرمائیے؟

جواب :-

ایک چیز کے بدلے میں دوسری چیز لینا۔

اب دوسری وہ چیز جسکو آپ لے رہے ہیں۔ اسکا تعلق سامان سے ہو۔ یا "معانی، صفات" سے ہو۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ جب حرج نہ ہوا تو اعتراض بھی رفع ہو گیا:-

بطور دلیل کے شعر :-

اخذت بالجمة رأسا أزعرا

میں نے بالوں کے جوڑے کے بدلے میں ایسے سر کو لیا جو گنجا تھا:- وبالثنايا الواضحات الذری درا

اور میں نے چمکدار دانتوں کے بدلے میں وہ دانت لیے جو ہلکے تھے۔ وبالطويل العمر عمرا جيذرا۔ اور لمبی عمر کے بدلے کمزور عمر لے لی۔ کما اشتری المسلم إذ تنصرا جیسا کہ نصرانیت کے بدلے میں اسلام کو خریدا:-

استدلال :-

شاعر نے بھی اپنے شعر میں "اشتری" کا لفظ استعمال فرمایا ہے

Date 04-12-18

"اشتروا" کا دوسرا مجازی معنی :-

"اشتروا" سے مراد اس چیز کی طرف رغبت کرنا۔ جو اسکے علاوہ ہو :-

مطلب :- جو چیز اسکے پاس پہلے سے ہے اسکا قبضہ شرط نہیں ہے۔ بس یہ ہے کہ اس چیز کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف رغبت کرنا :-

اس معنی کے مطابق آیت

ترجمہ یوں ہوا :- کہ منافقین کے پاس پہلے ہی سے ایمان نہیں تھا۔ منافقین نے گمراہی کیطرف رغبت کی :-

س 23: پہلے مجازی معنی پر سوال قائم ہوا۔ کہ آپ نے کہا اعراض کرنا اُس سے جو قبضے میں ہو۔ اس سے یہ بات ثابت آتی ہے کہ منافق پہلے مسلمان تھے۔ بعد میں کافر ہوئے حالانکہ ایسی بات نہیں ہے کیونکہ اس سے پہلے منافقین کی صفات کو ذکر کیا گیا ہے، جب صفات کو بیان کیا گیا ہے تو منافق پہلے مسلمان کیسے ہو سکتے ہیں؟

ج: منافقوں نے فطری ہدایت کے بدلے میں گمراہی کو خریدا ہے۔ کیونکہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ منافق بھی شروع میں فطرتِ اسلام پر پیدا کیے گئے تھے۔ لیکن بعد میں فطری ہدایت کے بدلے میں گمراہی کو خریدا ہے :-

س 24: دوسرے مجازی معنی کی وضاحت تحریر کریں؟

ج: ایک چیز کے علاوہ دوسری چیز کیطرف لالچ کرتے ہوئے رغبت کرنا۔ اس سے مراد یہ ہے کہ منافقین نے گمراہی کو ہدایت پر اختیار کر لیا، گمراہی کو ہدایت پر ترجیح دے دی، گمراہی کو ہدایت پر پسند کیا :- یہ اس سے مراد ہے۔

"فما ربحت تجارتھم"

س 25: اس آیت کا ماقبل والی آیت سے کیا تعلق ہے؟

ج: جب "اشتروا" سے اللہ تعالیٰ نے منافقین کو معنی

Scanned by CamScanner

Date 08-12-18

مجازی سے ذلیل و رسوا کیا۔ تو اسی مناسبت سے "فما ربحت تجارتھم" میں بھی اللہ تعالیٰ منافقین کو معنی مجازی کے ذریعے ذلیل و رسواء کر رہا ہے۔

بطور دلیل کے شعر:-

ولما رأیت النسر عز ابن دایة

اور جب تو دیکھے کہ بوڑھاپہ جوانی پر غالب آ گیا ہے

وعشش فی وکریه جاش له صدری

اور وہ اپنے دونوں گھونسلوں میں زندگی گزار رہا ہے اسلئے میرا سینہ جوش مارا۔

وضاحت:-

اس شعر میں شاعر سامنے والے کی بے عزتی کر رہا ہے۔ لیکن صراحۃً کے ساتھ ذلیل نہیں کر رہا ہے۔ بلکہ مجاز کے طور پر ذلیل کر رہا ہے کہ "ابن دایة" کوے کی کنیت ہے۔ اس سے شاعر نے جوانی مراد لی کہ "تیری جوانی ختم ہو گئی کہ اب تو بوڑھاپے کو پہنچ گیا ہے۔

س 26 تجارت کے معنی قلم بند فرمائیے؟ اور "ربح" کے بھی معنی تحریر فرمائیے؟

ج تجارت کے معنی:-

بیع و شراء کے ذریعے فائدے کو طلب کرنا۔ اسی کو تجارت کہتے ہیں:-

ربح کے معنی:-

رأس المال پر جو بڑھوتی، زیادتی ہو اسکو "ربح" یعنی فائدہ کہتے ہیں:- اسی وجہ سے "ربح" کو "شفا" بھی کہتے ہیں:-

س 27 "فما ربحت تجارتھم" انکو انکی تجارت نے نفع نہ دیا حالانکہ "نفع یا نقصان" تو تاجر کو ہوتا ہے نہ کہ تجارت کو۔ لیکن آیت کریمہ میں "نفع" کی اسناد تو تجارت" کی طرف ہے؟

ج نفع کی اسناد تجارت کی طرف "اسناد مجازی" کے طور پر ہے۔ واقعی میں نفع یا نقصان اسکا تعلق تاجر سے

Scanned by CamScanner

Date 08-12-18

ہوتا ہے۔ لیکن "معنی" میں وسعت پیدا کرنے کی وجہ سے "نفع" کی اسناد "تجارت" کی طرف کی۔ اسلیئے کہ تجارت بغیر تاجر کے نہیں ہو سکتی اور نہ تاجر بغیر تجارت کے بن سکتا ہے۔

معنی میں وسعت کسطرح ہے۔

1۔ وجہ:۔ اس طرح کہ تجارت تاجر سے ملی ہوئی ہے۔ گویا کہ ان کے درمیان لازم ملزوم پایا جا رہا ہے۔ تجارت، تاجر کو لازم ہے۔ اور تاجر کو تجارت لازم ہے۔

2۔ وجہ:۔ تجارت، تاجر کے مشابہت ہے۔ نفع اور نقصان کے سبب ہے:۔

"وما کانوا مھتدین"

اور منافقین ہدایت یافتہ نہیں ہیں

س 28 "وما کانوا مھتدین" اس آیت کریمہ کی وضاحت فرمائیے؟

ج اللہ تعالیٰ نے منافقین کو تجارت کے اُن راستوں سے ناواقف کیا جن راستوں کے ذریعے بندے کو نفع حاصل ہوتا ہے۔ اسلیئے کہ تجارت کرنے کا مقصد "رأس المال" سلامت ہو اس پر "نفع" حاصل ہو۔ یہ تجارت کا مقصد ہوتا ہے۔ لیکن منافقین نے ان دونوں چیزوں (1۔ رأس المال 2۔ نفع) کو ضائع کیا۔

رأس المال سے مراد:۔ منافقین کے پاس رأس المال "فطرۃ سلیمہ" موجود تھی۔ اسلیئے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو فطرۃ اسلام پر پیدا کرتا ہے۔ اسکے بعد والدین بچے کو گمراہ بنا دیتے ہیں یا پھر سیدھے راستے پر چلا دیتے ہیں۔

نفع سے مراد:۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہوتا۔ جنت نصیب ہوتی۔ جہنم سے بچ جاتے:۔

لیکن منافقین نے ان دونوں چیزوں کو ضائع کیا تو اُن کے پاس نہ رأس المال باقی رہا نہ ہی نفع۔ وہ رأس المال جس کے ذریعے ادراک حق میں مددگار ثابت ہوتا۔ کمال تک پہنچنے میں مددگار ثابت ہوتا:۔

Scanned by CamScanner

Date 08.12.18

"مثلھم کمثل الذی استوقد نارا"

"منافقین کی حالت اُس شخص کی حالت کی طرح ہے جس نے آگ جلائی"

س 29: مذکورہ آیت کریمہ کا ماقبل آیتوں سے کیا تعلق ہے؟

ج: "ومن الناس من یقول آمنا باللہ" سے لیکر "مثلھم کمثل" سے پہلے ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے بندوں کو بتا دیا کہ منافقین جب مومنین سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں جب کفار سے ملتے ہیں تو کیا کہتے ہیں۔ یہ سب حقیقت حال اللہ تعالیٰ نے بندوں کو "عقلی" طور پر سمجھایا۔ لیکن "مثلھم .... نارا" یہاں سے اللہ تعالیٰ منافقین کی حالت کو "خارجی مثال" بیان فرما کر سمجھائے گئے۔ اسلئے کہ مثال وضاحت اور پختگی میں زیادہ مددگار ثابت ہوتی ہے۔

مثال کی وضاحت:

منافقین کی حالت اُس شخص کی حالت کی طرح ہے۔ جس نے آگ کو جلایا۔

مطلب یہ ہے کہ

جب بندہ جنگل میں جاتا ہے اور وقت رات کا ہو تو بندہ آگ جلاتا ہے کہ یہ آگ کی روشنی جب تک ہوگی میں منزل مقصود تک پہنچ جاؤں گا۔ جیسے ہی آگ بجھ گئی تو اب اُس بندے کو راستے کا پتہ نہیں چلے گا کہ کون سا راستہ ہے۔ اور اب میں کیا کروں۔

ٹھیک اسی طرح جب منافقین نے "امن" کہا۔ "امن" کی آگ جلائی تو اپنے زعم فاسد میں سمجھنے لگے کہ ہمارے ساتھ تو مسلمانوں جیسا سلوک کیا جا رہا ہے۔ ہم تو سیدھے راستے پر ہیں۔ جیسے ہی موت آئی۔ آنکھ بند ہو گئی۔ تو اب پتہ چلے گا۔ قبر میں ڈالا گیا عذاب شروع ہوا۔ تو اس وقت ان منافقین کی آنکھیں کھل گئیں کہ ہم نے کیا کیا!۔ لیکن اب کچھ نہ ہو گا۔

س 30: مثال کو لانے کی کیا وجہ ہے؟

ج: اسلئے کہ مثال دل میں زیادہ اثر کرتی ہے۔ اور پختہ

Scanned by CamScanner

Date 08-12-18

دشمن کو مثال ذلیل و رسوا کر دیتی ہے۔ اسلئے مثال کو ذکر کرتے ہیں:-

س 31 مثال وضاحت میں کسطرح زیادہ مددگار ثابت ہوتی ہے؟

ج 1۔ مثال خیالی چیز کو ثابت کر دیتی ہے۔
2۔ مثال معقولی چیز کو محسوس کر دیتی ہے
اسی بناء پر مثال وضاحت اور پختگی میں زیادہ مددگار ثابت ہوتی ہے۔
اور کثیر معاملات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتب میں مثالیں بیان فرمائی ہیں:۔ اور مثالیں انبیاء اور حکماء کے کلام میں بھی ظاہر ہوئی ہیں:-

س 32 مثال کے معنیٰ بیان کریں۔ اور مثال کو کسطرح پڑھے گے؟

ج مثال اصل میں: "نظیر" کے معنیٰ ہے۔
عرفی معنیٰ:-
پھر ضرب المثال کو بھی مثال کہا گیا۔ مثال کے مورد کے ساتھ مثال کو بیان کرنا:-
کسطرح پڑھے گے:-
مثال کو "3" طرح سے پڑھ سکتے ہیں۔

1۔ مِثْلٌ 2۔ مَثَلٌ 3۔ مَثِیْلٌ

جیسے:-

شِبْہٌ ← شَبَہٌ ← شَبِیْہٌ

مثال کے اصل معنیٰ کے بعد پھر مثال کیلئے استعارے کے طور پر ہر "حال" یا "صفت" یا "قصہ" کیلئے لیا گیا۔
مثال:- قولہ تعالیٰ:- مثل الجنۃ التی وعد المتقون:-
وللہ المثل الاعلیٰ:-

س 33 ذھب اللہ بنورھم "ھم" ضمیر کا مرجع "الذی" ہے۔ اور ضمیر جمع کی مرجع واحد۔ حالانکہ راجع و مرجع کے درمیان مطابقت ضروری ہے۔ یہاں پر تو مطابقت نہیں ہے؟

ج پہلا جواب:-
"الذی" بمعنیٰ "الذین" کے ہے۔ جو کہ جمع ہے۔ اب راجع و مرجع کے درمیان مطابقت پائی گئی۔

Scanned by CamScanner

Date 09-12-18

دلیل:-
قولہ تعالیٰ:- وخضتم کالذی خاضوا:-
"خاضوا" میں "جمع" کی ضمیر ہے۔ اور مرجع "الذی" جوکہ واحد ہے۔
دوسرا جواب:-
"مستوقد" آگ کو جلانے والا وہ کوئی جنس ہوگی۔ تو ضمیر کا رجع "معنیٰ جنس" کی طرف کرینگے۔
جوکہ جنس جمع ہے۔ اب مطابقت پائی گئی۔
تیسرا جواب:-
"الذی" سے پہلے اسکا مضاف محذوف ہے۔
جوکہ "الفوج" ہے۔ اور "الفوج" پر جمع کا بھی اطلاق ہوتا ہے۔ تو اس صورت میں اعتراض رفع ہو جائے گا۔

س:- "الذی" بمعنی "الذین" ہو سکتا ہے۔ کیا "القائم" بمعنی "القائمون" ہو سکتا ہے؟
ج "القائم" کو "القائمون" کی جگہ پر رکھنا جائز نہیں ہے۔
پہلی وجہ:-
موصول "الذی" یہ جملے میں مقصود نہیں ہوتا۔ مقصود تو صلہ ہوتا ہے۔ اور موصول کو اس وجہ سے لایا جاتا ہے کہ جملہ معرفہ بنایا جائے۔
جب مقصود نہ ہوا تو
اسکو "طوالت" دینا کا کوئی فائدہ بھی نہ ہوا۔ اور غیر مقصود چیز کو "تخفیف کرنا" بہتر ہوتا ہے۔
دوسری وجہ:-
"موصول" اسم تام نہیں ہوتا ہے۔ بلکہ جزء ہوتا ہے۔
اسم تام تو وہ ہوتا ہے جو "افادیت کے معنی" میں مستقل ہو۔ لیکن "افادیت کے معنی" تو "الذی" میں مستقل نہیں ہے۔ جو اسم تام نہیں ہے تو اس کا حق تو یہ ہے کہ اس کی "جمع" نہ لائی جائے۔
جیسے:- من وما:- یہ دونوں موصول ہیں۔ لیکن یہ دونوں واحد اور جمع میں برابر ہیں۔
تو اسی طرح "الذی" موصول
"واحد، جمع" میں برابر ہے:-

Scanned by CamScanner

Date 10-12-2018

س 35: "الذی" جمع سالم ہے یا نہیں؟ وضاحت کریں؟

ج: "الذی" جمع سالم نہیں ہے۔

وجہ:-
اسلئے کہ جمع سالم میں تخفیف نہیں ہوتی ہے۔ اور "الذین" سے "الذی" ہو گیا۔ پھر "الذی" سے "ی" کو حذف کیا۔ تو "الذ" ہو گیا۔ پھر صرف "الف لام" پر اقتصار کیا۔ جو اسم فاعل و اسم مفعول پر "الف لام" ہوتا ہے۔ وہ "اسم موصول" کا ہوتا ہے۔

دوسری وجہ:-
جمع سالم "حالتِ رفعی" میں "واؤ نون" کے ساتھ آتی ہے۔ لیکن "الذی" تو حالتِ رفعی میں بھی "یاء" کے ساتھ آتی ہے۔

دلیل:-
قرآن پاک میں "الذی" صرف "یاء" کے ساتھ آیا ہوا ہے۔ کہاں پر بھی "واؤ نون" کے ساتھ نہیں آیا ہوا ہے۔

"الذی" میں جو الفاظ کی زیادتی ہے۔ وہ صرف معنی کی زیادتی کیلئے ہے۔

س 36: "استوقد" کے معنی اور مشتق منہ تحریر کریں؟

ج: "استیقاد" کے معنی:-
بھڑکنے کو چاہنا:- اور بھڑکنے کے حصول کی کوشش کرنا:-

استیقاد کسے کہتے ہیں:-
آگ کا بڑی سطح پر ہونا اور آگ کے شعلوں کا بلند ہونا:-

"النار" کا مشتق منہ:-
"النار" یہ "نار ینور نورا" سے مشتق ہے۔

وجہ مناسبت:-
مشتق اور مشتق منہ کے درمیان وجہ مناسبت یہ ہے کہ "نور" میں بھی روشنی ہوتی ہے حرکت کرتی ہے۔ اسی طرح "آگ" میں بھی روشنی ہوتی ہے اور حرکت و اضطراب ہوتا ہے۔

Scanned by CamScanner

Date 10-12-18

"فلما اضاءت ما حولہ"

س 37: "اضاءت" کا فاعل کون ہے؟ وضاحت کریں:-

ج: "اضاءت" کو اگر متعدی مان لے۔ تو اس صورت میں اسکا "فاعل" ھی "ضمیر" ہوگا۔ اور اسکا مرجع "النار" ہوگا۔

اس صورت میں ترجمہ:-

جب آگ نے خوب چمکا دیا آس پاس کی جگہ کو:-

دوسری توجیہ:-

"اضاءت" کو اگر لازم مان لے "تو اس صورت میں اس فعل کا فاعل "ما" ہوگا:-

اس صورت میں ترجمہ:-

پس جب کہ چمک گئی آس پاس کی جگہ:-

اعتراض:-

اگر فاعل "ما" کو بنائیے تو "ما" لفظوں کے اعتبار سے مذکر ہے۔ اور "اضاءت" فعل مؤنث ہے۔ تو فعل اور فاعل کے درمیان تو مناسبت نہ رہی؟

جواب:-

"ما" سے مراد، مدلول "أماکن" و"اشیاء" ہے۔ اور یہ جمع ہیں۔ اور جمع مؤنث کے حکم میں ہوتی ہے۔ تو اس اعتبار سے "ما" کا فاعل بنانا درست ہو جائے گا:-

یا پھر "اضاءت" کو لازم ماننے کی صورت میں اسکا فاعل "ضمیر النار" ہوگا۔ اس صورت میں "ما" موصولہ "أماکن" کے معنی میں ہوگا۔ اور "حولہ" منصوب ہوگا۔ ظرف ہونے کی بناء پر:-

یا پھر "ما" کو زائدہ مان لے۔ اور "حولہ" ظرف ہوگا۔

س 38: "حول" کا معنی تحریر کریں؟

ج: "حول" کا معنی "دور" چکر لگانا ہے۔ اسی بناء پر "سال" کو "دور" "حول" کہا جاتا ہے۔ کیونکہ سال بھی چکر لگاتا ہے:-

Date 14-12-2018

"ذھب اللہ بنورھم"

س 39: "ذھب اللہ بنورھم" ترکیب کلام میں کیا واقع ہو رہا ہے؟ وضاحت کے ساتھ تحریر کریں؟

ج: پہلی توجیہ:-

"ذھب اللہ بنورھم" یہ ماقبل آیت میں جو "لمّا" جو شرط آیا ہے۔ اسکا جواب ہے۔

دوسری توجیہ:-

جملہ مستانفہ ہوگا۔ اس صورت میں ایک سائل کے اعتراض کا جواب ہوگا:-

اعتراض:-

منافقین کی ایسی کونسی حالت تھی جس حالت کو اللہ نے "آگ" بھڑکانے" والے سے تشبیہ دی؟

جواب:-

وجہ تشبیہ یہ ہے کہ "مستوقد" نے آگ کو بھڑکایا "تو خوش ہو گیا کہ اب سیدھا راستہ مل جائے گا۔ اور منافقین نے بھی جیسے "آمنا" کی آگ کو جلایا تو اپنے زعم فاسد میں یہ سمجھنے لگے کہ ہم ہدایت پر ہیں۔ جیسے مرجائے گیے تو قبر میں انکو پتہ لگ جائے گا۔

اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے منافقین کی حالت کو "مستوقد" کے ساتھ تشبیہ دی۔

تیسری توجیہ:-

"کمثل الذی استوقد نارا" مبدل منہ "ذھب اللہ بنورھم" بدل ہوگا۔

دوسری اور تیسری توجیہ میں "ھم" ضمیر کا مرجع "منافقین" ہوگا۔

س 40: "ذھب اللہ بنورھم" کو جب "بدل یا مستانفہ" بنایا۔ تو "فلمّا" کا جواب کسکو بنائے گیے؟ وضاحت کریں؟

ج: "ذھب اللہ بنورھم" کو جب بدل یا مستانفہ بنائے گیے تو اس صورت میں "فلمّا" کے جواب کو محذوف مانے گیے۔

وہ "خمدت" محذوف ہے:-

دلیل:-

قولہ تعالیٰ "فلمّا ذھبوا بہ" "یوسف، 15"

اس آیت میں "فعلوا بہ ما فعلوا من الأذی" یہ جزاء محذوف ہے۔

Scanned by CamScanner

Date 16-12-18

حذف کرنے کی پہلی وجہ :-
اختصار کی بناء پر "جواب"
محذوف کرتے ہیں :-
دوسری وجہ :-
التباس سے امن پانے کی بناء پر "جواب"
محذوف مانتے ہیں۔ یعنی :- اگر محذوف نہیں مانتے
تو یہ التباس ہوتا ہے کہ "لمّا" کا جواب "انطفأت"
ہے یا "ذھب اللہ بنورھم" ہے۔ یا "خمدت" ہے۔ اس
التباس سے امن پانے کی بناء پر "جواب" محذوف مانا۔

س 41 ذھاب کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف کرنا اس سے کیا مراد
ہے ؟

ج پہلی وجہ :-
ذھاب کی اسناد کرنا اللہ تعالیٰ کیطرف یہ اسناد
حقیقی ہے۔ کیونکہ تمام افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے۔
اس بناء پر "ذھاب" کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے
اور اسناد حقیقی ہے۔
دوسری وجہ :-
"ذھاب" کی اسناد اللہ تعالیٰ کیطرف کرنا
مجازی طور پر ہے۔ یہاں پر "فعل کی نسبت "مسبّب"
کی طرف کی ہے۔ وہی سبب حقیقی ہے۔ اور سبب
حقیقی کبھی کبھار "خفی" ہوتا ہے۔ اور اسکے خصوص
سے واقف نہیں ہوتے :- جیسے: بندے کا آگ کو
بجھانا۔ اگر بظاہر بندہ آگ کو بجھا رہا ہے۔ لیکن حقیقی
کوئی اور ہے :-
اور کبھی کبھار "خفی" ایسا ہوتا ہے کہ اُسکا متعین ہونا
معلوم ہوتا ہے۔ جیسے: بارش یا ہوا کے ذریعے آگ کا
بجھ جانا :-
تیسری وجہ :-
معنی میں مبالغہ کی وجہ سے "ذھاب"
کی اسناد اللہ تعالیٰ کی طرف کی :- یعنی :- اللہ تعالیٰ نے
اُن کی روشنی کو مبالغی طور پر لے گیا۔ جسکو اللہ تعالیٰ لے جائے
اُسکو پھر کون لا سکتا ہے :-

Scanned by CamScanner

Date 16-12-18

س 42: "ذھب" ثلاثی مجرد کا صیغہ استعمال کیا۔ "اذھب" مزید فیہ کا صیغہ استعمال کیوں نہیں کیا؟

ج: "ذھب" اور "اذھب" کے معنی کے درمیان فرق یہ ہے کہ "اذھب" میں لے جانے کے بعد "واپسی ہونے" کی امید ہوتی ہے۔ لیکن "ذھب" میں بالکل لے جانا ہوتا ہے اور ایسا لے جانا ہوتا ہے کہ واپسی ہونے کی امید بھی نہیں ہوتی۔
جیسے:- ذھب السلطان بمالہ۔ بادشاہ نے اسکا سارا مال بالکل ضبط کر لیا۔ ذھب اللہ بنورھم
"ب" کے معنی ساتھ لے جانا، اور پکڑ کر ساتھ لے جانا۔ جسکو اللہ تعالیٰ پکڑ کر ساتھ لے جائے۔ تو پھر کون ہوتا ہے جو اسکو واپس کرے:۔

س 43: "ذھب اللہ بضوئھم" کیوں نہیں ذکر کیا۔ حالانکہ "ضوء" کا معنی بھی روشنی ہے؟

ج: "ضوء" بھی روشنی کو کہتے ہیں۔ اور یہ وہ روشنی ہے جو مکمل اور مضبوط اور زیادہ ہوتی ہے۔ بمقابلہ "نور" کی روشنی سے۔ اگر "ذھب اللہ بضوئھم" کہتے تو اللہ تعالیٰ انکی مکمل، زیادہ روشنی لے گیا۔ لیکن تھوڑی سی باقی ہے۔ ہو سکتا ہے پھر وہ اسکو آگ لگا کر "بھڑکائے":۔
لیکن جب "ذھب اللہ بنورھم" کہا۔ تو اللہ تعالیٰ انکی بالکل روشنی لے گیا۔ اصل چراغ کو بھی لے گیا۔ نہ کہ اصل چراغ باقی ہے۔ جب اصل چراغ باقی نہ ہوگا۔ تو دوبارہ سے کیسے آگ کو بھڑکائے گے۔

"وترکھم فی ظلمٰت لا یبصرون"

س 44: "وترکھم فی ظلمٰت لا یبصرون" اس آیت کا ماقبل والی آیت سے کیا تعلق ہے؟

ج: مذکورہ آیت ماقبل والی آیت کی تائید بن رہی ہے
کیسے؟
اسطرح کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "ذھب اللہ بنورھم" اللہ تعالیٰ منافقین کی روشنی کو بالکلی طور پر لے گیا۔ اس بات کو پختہ کرنے کیلئے ارشاد فرمایا "وترکھم فی ظلمٰت لا یبصرون"

Scanned by CamScanner

Date 16-12-18

اللہ تعالیٰ نے منافقین کو ایسی تاریکی میں چھوڑا کہ وہ کچھ دیکھ بھی نہیں سکتے۔
جب کوئی روشنی بھی نہ ہوگی
تو کیسے دیکھے گئے :-

س 45 "ظلمۃ" کے معنی تحریر کریں؟ اور "ترک" کے معنی بھی بیان فرمائیے؟

ج ظلمۃ کے معنی :-
"ظلمۃ" کا معنی "تاریکی، اندھیرے" ہے۔
"عدم روشنی" ہے :-
ترک کے معنی :-
"ترک" اصل میں "طرح" اور "خلّی" کے معنی میں تھا۔
اعتراض :-
"ترک" تو ایک مفعول چاہتا ہے۔ حالانکہ آیت کریمہ میں تو "2" مفعول ہیں۔ ایک مفعول صریح دوسرا مفعول غیر صریح؟
جواب :-
"ترک" اصل معنی سے عدول کر "صیّر" کے معنی کو متضمن ہے۔ تاکہ افعال قلوب کے قائم مقام ہو جائے۔ اور افعال قلوب وہ ہے جو "2" مفعول چاہتا ہے۔
دلیل :-
قولہ الشاعر :- فترکتہ جزر السباع ینشنہ :-
ترجمہ :- میں نے اسکو چھوڑا کہ درندے اس کو کھا رہے ہیں :-

س 46 "ظلمٰت" کو نکرہ، موصوف، جمع لانے کی وجہ تحریر کریں؟

ج جمع لانے کی وجہ :-
تاکہ ظلمۃ کے شدت و کمال پر دلالت کرے گویا ایسی تاریکیاں ہیں جو تہ بہ تہ ہیں۔ بعض بعض سے ملی ہوئی ہیں۔
نکرہ لانے کی وجہ :- تاکہ تھویل پر دلالت ہو۔
موصوف لانے کی وجہ :- اسلیے کہ یہ ایسی خالص اندھیری ہے۔ جس میں دو شخص بھی آ دس میں ہوں۔ تب بھی نہیں دیکھ سکتے!

Scanned by CamScanner

Date 16-12-18

س 47: "لا یبصرون" سے مفعول کو حذف کرنے کی وجہ تحریر کریں؟

ج: پہلی وجہ:-

اختصار کی بناء پر "لا یبصرون" سے مفعول کو حذف کیا:-

دوسری وجہ:-

عمومیت کی بناء پر مفعول کو ذکر نہ کیا۔

یعنی:- اگر "لا یبصرون" فعل کے ساتھ کوئی مفعول ذکر کر دیتے تو منافقین اسکو تو نہیں دیکھتے، ہو سکتا ہے اس کے علاوہ بقایا کو دیکھیں:- جب مفعول کو ہی ذکر نہ کیا تو عمومیت پائی گئی کہ کسی چیز کو نہیں دیکھتے:-

س 48: "مثلھم" والی آیت منافقین کے ساتھ خاص ہے یا عام ہے؟

ج: پہلا احتمال:-

"مثلھم" والی آیت عام ہے۔ اس آیت میں "منافقین تو اولاً ہی شامل ہیں۔ کیونکہ منافقین اگرچہ "آمنا" کہتے تھے۔ لیکن اپنے کفر، نفاق کو چھپاتے ہیں۔ جب اپنے سرداروں سے ملتے تھے۔ اُس وقت اپنے کو ظاہر کرتے تھے۔

اور وہ لوگوں بھی شامل ہیں جو گمراہی کو اُس ہدایت پر ترجیح دیتے تھے جس پر فطرۃ اسلام پر پیدا کیا گیا ہو:-

اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جو ایمان لانے کے بعد "مرتد" ہو گئے تھے۔

اور وہ لوگ بھی شامل ہیں جنکے ارادے تو اچھے تھے۔ لیکن اچھے ارادے پر خواہش کے احوال کو ترجیح دی:-

تو ان لوگوں کی روشنی کو اللہ تعالیٰ لے گیا:-

دوسرا احتمال:-

"مثلھم" والی آیت منافقین کے ایمان کے ساتھ خاص ہے:- کس اعتبار سے؟ اس اعتبار سے جیسے

Scanned by CamScanner

Date 16-12-18

یعنی منافقین نے "آمنا" کہا تو ان پر مسلمانوں جیسے احکام جاری ہو گئے۔ منافقین مسلمانوں کی تلوار اور جزیہ سے امن پا گئے۔ اور منافقین غنیمتوں اور نمازوں میں شریک ہونے لگے۔

کلمہ کا عارضی فائدہ تو یہ تھا۔ لیکن آخرت میں انکو پتہ چل جائے گا۔ اُسوقت حسرت، ندامت اور شرمندگی کے سواء کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔

منافقین کی حالت کو "مستوقد" کی آگ سے "2" طرح سے تشبیہ دی ہے:-

1- تشبیہ مرکب   2- تشبیہ مفروق

تشبیہ مرکب:-

منافقین کی حالت	مستوقد کی آگ
↓	↓
مشبہ	مشبہ بہ
منافقین نے "امنا" کہا۔ دنیا میں ان پر مسلمانوں جیسے احکام جاری ہوئے	اندھیرے جنگل میں آگ جلائی روشنی وغیرہ حاصل کی گرمی بھی حاصل کرلی
↓	↓
اس پورے مجموعے فائدے کو اللہ تعالیٰ نے	اس کے مجموعے فائدے سے تشبیہ دی۔

تشبیہ مفروق:-

منافقین کی حالت	مستوقد کی آگ
↓	↓
مشبہ	مشبہ بہ
1- "امنا" جیسے کہا	آگ جیسے جلائی
اسکو ← تشبیہ دی	
2- دنیا میں کچھ فائدہ اٹھایا	روشنی وغیرہ سے فائدہ اٹھایا
اسکو ← تشبیہ دی	
3- آخرت میں نقصان	آگ بجھنے کے بعد نقصان
اسکو ← تشبیہ دی	

Scanned by CamScanner

Date 17-12-18

"صم بکم عمی"

س 49: "صم و بکم و عمی" کے معنی قلم بند فرمائیے؟

ج: معنی الصم:-

"صم" جمع ہے۔ اسکی واحد "اصم" ہے۔
جسکے معنی یہ ہیں کہ "قوت سماع" کا خراب ہونا:-

معنی البکم:-

"بکم" جمع ہے۔ اسکی واحد "ابکم" ہے۔
جسکے معنی ہیں کہ "زبان کے بند ہو جانا" زبان میں لکنت آجانا"

معنی العمی:-

"عمی" جمع ہے۔ اسکی واحد "اعمی" ہے۔
جسکے معنی ہیں کہ "دیکھنے کی قوت کا ختم ہو جانا":-

س 50: "صم و بکم و عمی" کا منافقین کو حکم لگانے کی وجہ تحریر فرمائیے؟

ج: کان، زبان، آنکھ، ان کا اصل مقصد تو یہ تھا کہ
"کان کا تو یہ کام تھا کہ "توجہ کرنے سے حق سننا"
"زبان" کا کام تو یہ ہے کہ "حق بولنا"
"آنکھ" کا مقصد تو یہ تھا کہ "حق دیکھیں، نشانیاں دیکھیں"
جب ان اعضاء میں یہ صفت ختم ہو گئی تو وہ اعضاء اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیکار ہیں۔

اور منافقین کے کان و زبان و آنکھ میں یہ صفات مفقود تھیں:- اسی بناء پر "صم و بکم و عمی" کا حکم منافقین پر لگایا:-

وجود کو عدم کے درجے میں رکھ کر حکم لگایا:-

اس پر دلیل:-

کقولہ
صم اذا سمعوا خیرا ذکرت بہ

ترجمہ:- وہ بہرے ہیں جب میرا ذکر کیا جائے اسکے سننے سے

وان ذکرت بشر عندھم اذنوا

ترجمہ:- اگر میری برائی بیان کی جائے تو وہ کان لگا کر سنتے ہیں

استدلال:-

شاعر نے بھی وجود کو عدم میں رکھ کر کلام لیا ہے:-

Scanned by CamScanner

Date 17-12-18

س ١: "صم بکم وعمی" والی آیت بطور تشبیہ کے ہے یا استعارہ کے طور پر ہے؟

ج: "صم بکم عمی" والی آیت بطور تشبیہ کے ذکر ہے۔ استعارے کے طور پر نہیں ہے۔

استعارے کے طور پر اسلئے نہیں ہے کہ اگر کلام میں قرینہ موجود نہ ہو تو "مستعارلہ" کو حقیقت کلام پر محمول کرتے ہیں۔

دلیل:-

کقول زھیر:- لدی أسد شاکی السلاح مقذف

ترجمہ:- وہ شیر جو ہتھیار اٹھانے والا ہے میدان جنگ میں

لہ لبد أظفاره لم تقلم

ترجمہ:- اس کیلئے بال ہیں اسکے ناخنوں کو نہیں کاٹا جاتا

استدلال:-

مذکورہ "شعر" میں "شاکی السلاح" قرینہ ہے۔ جو اس بات پر دلالت کر رہا ہے کہ "اسد" سے مراد بہادر شخص مراد ہے۔ اگر یہ قرینہ نہ ہوتا تو "اسد" سے مراد حقیقی والا شیر مراد ہوتا۔

س ٢: استعارہ اور تشبیہ کے مابین فرق بیان کریں؟

ج: استعارہ اور تشبیہ کے درمیان بنیادی فرق یہ ہے کہ تشبیہ میں "طرفین تشبیہ" موجود ہوتے ہیں۔ اگر حذف ہوں تو وہ "مذکور" کے حکم میں ہوتے ہیں۔

لیکن استعارہ میں "طرفین" میں سے "مشبہ" حذف ہوتا ہے۔ اور وہ "نسیاً منسیاً" ہوتا ہے۔

دلیل:-

ویصعد حتی یظن الجھول

ترجمہ:- وہ چڑھ رہا ہے حتاکہ ناواقفوں نے گمان کیا

بان لہ حاجۃ فی السماء

ترجمہ:- کہ چڑھنے والے کیلئے آسمان میں کوئی حاجت ہے

استدلال:-

~~بسا اوقات~~ بسا اوقات فصیح و بلیغ لوگ کلام کو استعارے کے طور پر اس طرح بیان کرتے

Scanned by CamScanner

Date 17.12.2018

ہیں کہ تشبیہ لیطرف وہم بھی نہیں جاتا۔
جیسے:۔ ماقبل شعر میں شاعر کہتا ہے کہ وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ لوگ گمان کر رہے ہیں کہ آسمان پر کوئی حاجت ہے تبھی چڑھ رہا ہے حالانکہ شاعر کی مراد یہ ہے کہ میرے نزدیک اسکا رتبہ بمقام بلند ہوتا جا رہا ہے۔

س ۳: آیت کریمہ "صم بکم عمی" میں مشبہ کونسا حذف ہے جو مذکور کے حکم میں ہے؟

ج: آیت کریمہ میں "ھم" مشبہ محذوف ہے جو مذکور کے حکم میں ہے۔

دلیل:۔

أسد علی، وفی الحروب نعامة،

ترجمہ:۔ تو مجھ پر تو شیر ہے اور جنگلوں میں شتر مرغ ہے

فتخاء تنفر من صفیر الصافر

ترجمہ:۔ وہ شتر مرغ جو پر پھیلایا ہوا ہے سیٹی بجھانے والے کی سیٹی سے بھاگتی ہے۔

استدلال:۔

"اسد" سے پہلے جسطرح "انت" ضمیر مشبہ محذوف ہے۔ اسی طرح "صم بکم عمی" سے پہلے "ھم" ضمیر مشبہ محذوف ہے۔

اب اس "ھم" ضمیر کے مرجع 2 بن سکتے ہیں:۔ دونوں مندرجہ ذیل ہیں:۔

پہلا مرجع:۔

اگر مرجع "منافقین" کو بنائے گے تو آیت کریمہ تمثیل اور حکم ہوگی:۔

دوسرا مرجع:۔

اگر مرجع "مستوقدین" کو بنائے گے تو کلام حقیقت پر محمول ہوگا۔ تشبیہ نہیں ہوگی۔

اس صورت میں معنی:۔

جب انہوں نے آگ کو بھڑکایا تو اللہ تعالیٰ انکی روشنی کو لے گیا اور انکو تاریکیوں میں چھوڑا ایسی تاریکی جو خوف زدہ کرنے والی ہے۔ انکو مدہوش کر دے گی اس اعتبار سے کہ انکی سماعتیں مخلوط ہوگیں اور قوت بصر ناقص ہوگی۔

Scanned by CamScanner

Date 18.12.18

س ۹: "صم بکم عمی" کی دوسری قراءت بیان کریں؟
ج: ایک قراءت میں "صم بکم عمی" کو "نصب" بھی پڑھا گیا۔ تو اس صورت میں "ترکھم" کی ضمیر مفعول سے حال بنے گا۔ "ھم" ضمیر ذوالحال اور "صم بکم عمی" حال واقع ہوں گے۔

س ۱۰: "صم" کے اصلی معنی رقم طراز فرمائیے؟
ج: "صم" کے اصلی معنی ہیں کہ "اجزاء کے جمع ہونے سے سختی کا پیدا ہونا"۔
بطور دلیل عرب کے مقولے:-
حجر اصم:- سخت پتھر۔
قناۃ صماء:- سخت نیزہ۔
صمام القارورۃ:- بوتل کی ڈھیل"۔
بہرے کو بہرہ کہنا کی وجہ:-
قوت سماعت نہیں ہوتی۔
اسلئے کہ کان کا باطنی سوراخ جمع ہو گیا ہوتا ہے۔ اور کوئی خلاء باقی نہیں رہتی جس سے آواز جائے۔ پردہ بالکل جمع گیا ہوتا ہے۔ جسکی بناء پر وہ نہیں سنتا ہے۔

"فھم لا یرجعون"

س ۱۱: "لا یرجعون" کا صلہ کس کو بنائے گئے؟
ج: پہلی توجیہ:-
لا یرجعون کا صلہ "الی" کو بنایئے۔
اس صورت میں معنی:-
کہ منافقین اُس ہدایت کی طرف لوٹ کر نہیں آئیں گے جس ہدایت کو بیچ دیا اور ضائع کر دیا۔
دوسری توجیہ:-
لا یرجعون کا صلہ "عن" کو بنایئے۔
اس صورت میں معنی:-
کہ منافقین اُس گمراہی سے لوٹ

Date 18-12-18

کرنہیں آئیں گے جیسے گمراہی کو خرید ہے:

تیسری توجیہ:-

لایرجعون کو اصلی حالت پہ باقی رکھیں صلہ کوئی بھی نہ بنائے:

اس صورت میں معنی:- کہ منافقین بہرے، گونگے، اندھے ہیں۔ تو حیران ہیں کہ منافقین جانتے نہیں کہ آگے جائے یا پیچھے جائے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ کہاں سے ابتداء کی اور کس طرف پلٹنا ہے۔

اور اس صورت میں "صم" کا "فاء" اس بات کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ منافقین جو "صم بکم عمی" ہیں۔ یہ منافقین کے حیران ہونے اور قید کرنے کا سبب ہے:

"أو كصيب من السماء"

س 57 "أو كصيب من السماء" اس آیت کا ماقبل والی آیت سے کیا تعلق ہے؟

ج یہ آیت کریمہ "الذی استوقد" پر عطف ہے۔ ماقبل والی آیت میں منافقین کو "مستوقدین" سے تشبیہ دی گئی اور یہاں پر منافقین کو "تیز بارش والے شخصوں" سے تشبیہ دی جا رہی ہے۔ دونوں آیتیں "مشبہ بہ" ہیں۔ ان دونوں آیتوں میں سے جسکو تم منافقین سے تشبیہ دو۔ ان دونوں آیتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی آیت میں معمولی خوف کا ذکر تھا۔ اور دوسری آیت میں سخت گھبراہٹ کا ذکر ہے۔

س 58 حرف "أو" کی تحقیق بیان کریں؟

ج "أو" اصل میں "تساوی فی الشک" کیلئے آتا ہے۔ تو قرآن پاک میں "أو" اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ حق اللہ تعالیٰ تو شک سے پاک ہے۔ تو اس بناء پر "أو" میں یہ وسعت رکھی گئی کہ "أو" تساوی من غیر الشک" کیلئے استعمال ہوگا۔

مثال:- ولا تطع منهم آثما أو كفورا:- سورۃ الانسان 24

اس آیت میں بھی "أو" استعمال ہوا ہے۔ اسکا مطلب یہ نہیں ہے

Scanned by CamScanner

Date 28-12-18

کہ گناہ گار کی اطاعت نہ کرو، ناشکرے کی اطاعت کرو۔ بلکہ اسکا مطلب یہ ہے کہ دونوں سے بچنا لازمی ہے۔ گناہ گار اور ناشکرے دونوں کی پیروی نہیں کرنی ہے:۔

س ۴۹ "صَیِّب" کے معنی تحریر کریں؟

ج "صیب" اصل میں "صَیوِب" تھا۔ پھر "واؤ" کو یاء سے بدلا پھر "ی" کا "ی" میں ادغام کر دیا۔ تو "صیب" ہو گیا۔
اسکے معنی "اترنا" ہے۔ پھر "صیب" "بارش اور بادل" کو بھی کہا جاتا ہے۔

دلیل:۔

قال الشماخ:۔ وأسحم دانٍ صادق الرعد صیب:۔

ترجمہ:۔ سیاہ بھرے ہوئے بادل گرجنے میں سچے ہیں:۔

س ۵۰ "صیب" کو نکرہ لایا اور "السماء" کو معرفہ لانے کی وجہ تحریر کریں؟

ج "صیب" کو نکرہ لانے کی وجہ:۔
اسلئے کہ "صیب" سے بارش کی شدت، تیزی، زیادتی لینا مراد تھی۔ اس بناء پر نکرہ ذکر کیا۔

"السماء" کو معرفہ لانے کی وجہ:۔
اسلئے کہ تمام بادل بھرنے والے ہیں آسمان کے ہر ہر حصہ کو لینے والے ہیں۔ یعنی:۔ آسمان کے ہر ایک حصہ سے بارش برسی ایسا نہیں ہے کہ آسمان کے بعض حصہ سے بارش برسی بعض سے نہیں برسی۔ اور آسمان کے ہر حصہ کو "آسمان" کا نام دیا جاتا ہے۔

دلیل:۔

ومن بعد أرض بیننا وسماء:۔

ترجمہ:۔ ہمارے درمیان آسمان اور زمین کی دوری ہے۔

"سماء" کو تقویت دینے کی وجہ:۔
"سماء" میں تقویت پیدا کی کہ آسمان کے ہر ہر حصہ سے بارش برسی اس بناء پر تقویت دی کہ "صیب" میں مبالغہ کے معنی

Scanned by CamScanner

Date 28-12-18

تھی: صیب میں مبالغہ کے معنی کی بناء پر "سماء" کو تقویت دی:۔ اور "صیب" میں مبالغہ "3" اعتبارات سے ہے۔

پہلا اعتبار:۔

"صیب" کا مادہ "مبالغہ کے معنی" پر دلالت کرتے ہیں:۔

ص: یہ حروف مستعلیہ میں سے ہے۔ اور حروف مستعلیہ کو ہر حالت میں پُر یعنی موٹا کر کے پڑھتے ہیں:۔

ی:۔ مشدد:۔ اور اس میں سختی ہوتی ہے۔

دوسرا اعتبار:۔

"صیب" اصل میں "صَیوب" جو کہ صفت مشبہ کا صیغہ ہے۔ اور صفت مشبہ دوام اور ثبوت پر دلالت کرتا ہے:۔

تیسرا اعتبار:۔

"صیب" نکرہ ہے۔ جو کہ تعظیم و تھویل پر دلالت کرتا ہے۔

ان تین اعتبارات سے "صیب" میں مبالغہ ہے۔

"فیہ ظلمٰت و رعد و برق"

س: "فیہ" کی ضمیر کا مرجع بیان کریں؟

ج: "فیہ" کی ضمیر کا مرجع "صیب" ہے۔ اور "صیب" کے "2" معانی تھے۔ 1- بارش 2- بادل:۔

صیب سے مطر مراد:۔

اگر صیب سے مطر مراد لیا جائے تو آیت کریمہ کا ترجمہ "بارش میں تاریکیاں اور گرج اور چمک ہے":۔

سوال:۔

بارش میں تاریکیاں کسطرح ہیں۔

1- بارش کا موٹا پن ہونا 2- قطروں میں کاپے درپے برسنا 3- بادلوں کا سیاہ ہونا 4- اور بادل رات میں ہے۔ تو اسطرح بارش میں تاریکیاں ہیں:۔

سوال:۔

صیب سے مراد اگر "مطر" مراد ہو تو "برق اور رعد" کا تعلق تو اس صورت میں "مطر" سے ہو گا۔ حالانکہ "برق و رعد" تو بادل

Scanned by CamScanner

Date 03.01.19

میں پائے جاتے ہیں؟

جواب:-

اللہ تعالیٰ "برق و رعد" کو مظروف بنایا۔ اور مظروف کیلئے ظرف "مطر" کو بنایا۔ اسلئے کہ "برق و رعد" مطر سے اُوپر واقع ہوتی ہے۔ اور اور وہ بارش کی جگہ میں ہوتی ہے، تو دونوں "مطر" سے متشابہ ہوگئے:-

صیب سے "سحاب" مراد:-

"صیب" سے مراد اگر بادل مراد لیے تو آیت کریمہ کا ترجمہ یوں ہوگا کہ "بادل میں بہت تاریکیاں اور گرج اور چمک ہے"

سوال:-

بادل میں کسطرح بہت تاریکیاں ہیں؟

جواب:-

1- بادل کالے ہیں 2- بادل تہ بہ تہ ہیں 3- اور یہ رات میں ہیں۔ تو اس وجہ سے بادلوں میں بہت تاریکیاں ہیں:-

س 62 "ظلمات" میں رفع آنے کی وجہ تحریر کریں؟

ج "ظلمات" باتفاق ظرف واقع ہو رہا ہے۔ تو "ظلمات" کو مرفوع پڑھا گیا:-

وجہ:-

اسلئے کہ "ظلمات" جو کہ صفت ہے۔ یہ اپنے موصوف پر (صیب) اعتماد کیا ہوا ہے۔ یعنی "فیہ" میں "ثابت" اسم فاعل یا اسم فاعل موصوف کے ساتھ ملا ہوا ہے:-

س 63 "رعد اور برق" کی معانی تحریر کریں؟

ج رعد کا معنی:-

رعد اُس آواز کو کہتے ہیں جو بادل سے سُنائی دے۔

مشہور تعریف:-

رعد کا سبب یہ ہے کہ جب بادلوں کا جسم بے چین ہوتا ہے۔ تو آواز پیدا ہوتی ہے اور جب ہوا چلتی ہے تو بادل آپس میں باہم ٹکراتے ہیں۔ تو آواز پیدا ہوتی ہے

Scanned by CamScanner

Date 03-01-19

رعد کا مشتق منہ :-

رعد یہ "ارتعاد" سے مشتق ہے -

برق کا معنی :-

اُس چمک کو کہتے ہیں جو بادل سے "نمودار" ہو -

برق کا مشتق منہ :-

برق یہ "برق الشئ بریقا" سے مشتق ہے -

س 64 "برق اور رعد" یہ دونوں مصدر ہیں یا مشتق ہیں یا جامد ہیں؟

ج "برق اور رعد" یہ دونوں مصدر ہیں۔ اسی بناء پر اسکی جمع نہیں آتی :-
اسلئے کہ اصول ہے کہ "المصدر لا یثنی ولا یجمع" :-

"یجعلون أصابعهم فی آذانهم"

س 65 مذکورہ آیت کریمہ میں ضمیر کا مرجع بیان کریں اور مرجع پر واقع ہونے والا اعتراض مع جواب تحریر کریں؟

ج "یجعلون" میں "هم" ضمیر اور "اصابعهم" کی ضمیر اور "آذانهم" کی ضمیر۔ ان تینوں ضمیروں کا مرجع "صیب" ہے -

اعتراض :-

تینوں ضمیریں جمع کی ہیں۔ اور مرجع "صیب" واحد ہے۔ تو راجع اور مرجع کے درمیان مطابقت نہیں ہے؟

جواب :-

مرجع دراصل "صیب" نہیں ہے۔ بلکہ "اصحاب" ہیں۔ جو کہ جمع ہے۔ اگرچہ لفظی طور پر اصحاب حذف ہے۔ لیکن معنی باقی ہے۔ اور ضمیر کا مرجع معنی اصحاب کی طرف کریں گے۔ جو کہ جائز ہے۔ معنی کی طرف ضمیر کا مرجع کرنا -

دلیل :-

قولہ حسان :- یسقون من ورد البریص علیهم

Scanned by CamScanner

Date 03-01-19

بردی یصفق بالرحیق السلسل :-

محل استشہاد :-

"یصفق" کی ضمیر کا مرجع "بردی" ہے۔ اور "بردی" مؤنث ہے۔ تو راجع و مرجع کے درمیان مناسبت نہ ہوئی :-

لیکن شاعر نے "یصفق" کی ضمیر کا مرجع "بردی" سے پہلے مضاف "ماء" محذوف تھا۔ اسکی طرف کیا ہے۔ جسطرح یہاں پر ضمیر کا مرجع معنی محذوف کی طرف کیا ہے۔ تو آیت کریمہ میں بھی مرجع معنی محذوف کیطرف ہے :-

دوسری صورت :-

یا پھر "یجعلون اصابعھم فی اذانھم" یہ جملہ مستانفہ بنے گا۔ اور جملہ مستانفہ کسی سوال کے جواب کیلئے آتا ہے :-

سوال :-

جب اس بات کی خبر دی گئی کہ منافقین نے سختی اور خوف سے اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال دی تو اسوقت منافقین کی حالت کیا تھی ؟

جواب :-

تو جواب دیا گیا کہ یجعلون اصابعھم فی اذانھم

س: منافقین نے انگلیاں کانوں میں کیسی ڈالی حالانکہ کانوں میں تو پورے ڈالے جاتے ہیں ؟

ج: انگلیوں کو پوروں کی جگہ پر مطلق رکھا گیا ہے۔ مبالغہ کی بناء پر :-

مبالغہ کسطرح ؟

اسطرح کہ منافقین کو خوف اور ڈر اتنا زیادہ تھا کہ اگر انگلیاں داخل کرنے کی جگہ ہوتی تو منافقین پوروں کی جگہ پر اپنی انگلیاں داخل کرتے :-

نوٹ :-

بقایا اگلے صفحہ پر ہے :-

Scanned by CamScanner

Date 04.01.19

"من الصواعق"

س 67: مذکورہ آیت کریمہ کا ماقبل والی آیت سے کیا تعلق ہے؟

ج: "من الصواعق" یہ "یجعلون" سے متعلق ہے۔ یعنی:- منافقین نے اپنی انگلیوں کو کانوں میں ڈالی لیکن کس وجہ سے بتایا گیا کہ "کڑک" کی وجہ سے انگلیاں ڈالی:-

دلیل:-

سقاہ من العمیمۃ:- اُس نے اُس بندہ کو سیراب کیا۔ وجہ دودھ کی خواہش ہونے کی بناء پر:-

س 68: "صواعق" کے معانی تحریر کریں؟ اور قراءت بھی لکھیئے؟

ج: معنی:-

صواعق یہ صاعقۃ کی جمع ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ ایسی ہلاک کرنے والی آواز جو آگ کے ساتھ ہو۔ جس چیز پر بھی یہ آواز گزرے اُسکو ہلاک کرے۔ ایسی سخت آواز کو صواعق کہتے ہیں۔

دلیل:-

صعقتہ الصاعقۃ:- عرب یہ مقولہ اُس وقت بولتے ہیں۔ جب آواز اُسکو ہلاک کر دے۔ جلانے کی وجہ سے یا سخت آواز کی وجہ سے:-

دوسری قراءت:-

ایک قراءت میں "صواعق" کو "صواقع" بھی پڑھا گیا۔ لیکن اس صورت میں یہ قلب نہیں کہلائے گا۔

وجہ:-

اسلئے کہ ان دونوں الفاظ کی گردان پڑھی جاتی ہے۔ اگر قلب مکانی ہوتی تو گردان نہیں پڑھی جاتی۔ گردان کا آنا اس بات پر دلیل ہے کہ یہاں پر قلب مکانی نہیں ہوئی ہے:-

دلیل:-

صقع الدیک:- مرغا چیخا:-

خطیب مصقع: خطیب چیخا:-

Scanned by CamScanner

Date 04-01-19

س 69 "صاعقة" میں "ة" کونسی ہے؟ وضاحت کریں؛

ج پہلی صورت :-

"صاعقة" یہ "قصفة" کی صفت بنے گی۔ یا پھر "رعد" کی صفت بنے گی:۔ تو اس صورت میں "صاعقة" والی "ة" مبالغہ کی کہلائے گی:-

دلیل :-

رجل راویة أی کثیر الراویة :-

دوسری صورت :-

یا پھر "ة" مصدر کی ہے۔

دلیل :-

عافیة و کاذبة :-

"حذر الموت"

س 70 مذکورہ آیت کا ماقبل والی آیت سے کیا تعلق ہے؟

ج "حذر الموت" مفعول له واقع ہو رہا ہے۔ "یجعلون" کا مفعول ہونے کی بناء پر منصوب ہے۔

س 71 مفعول له تو اکثر نکرہ ہوتا ہے لیکن یہاں پر تو معرفہ ذکر ہے؟

ج مفعول له اکثر نکرہ آتا ہے۔ لیکن نادر طور پر مفعول له معرفہ بھی آتا ہے:-

دلیل :-

وأغفر عوراء الکریم ادخارہ :-

↓

مفعول له ہے جو کہ معرفہ ہے۔

س 72 موت کی تعریف بیان کریں؛ مع الاختلاف لکھئے؟

ج اہلسنت :-

موت ایک وجودی چیز ہے۔

دلیل :-

خلق الموت والحیوة :- الملک : 2

Scanned by CamScanner

Date 06-01-19

محلِ استشہاد :-

"خلق" اپنے اصلی معنی میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا۔ تو "موت وحیوۃ" مخلوق ہوئی۔ اور مخلوق ایک وجودی چیز ہے۔

عند المعتزلی :-

موت ایک معدوم چیز ہے :-

دلیل :-

خلق الموت والحیوۃ :- الملک : 2

محلِ استشہاد :-

"خلق" اپنے اصلی معنی میں نہیں ہے بلکہ "قدّر" اندازے" کے معنی میں ہے۔ اور یہ بات درست ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معدوم چیز کا اندازہ لگا لیا :-

"واللہ محیط بالکافرین"

س: مذکورہ آیت کریمہ کی وضاحت فرمائیے؟

ج: آیت کا ترجمہ :-

اور اللہ تعالیٰ کافروں کو اپنی شان کے مطابق گھیرنے والا ہے :- مطلب :- منافقین اللہ تعالیٰ سے بچ نہیں سکے گے۔ جیسے کوئی بندہ کسی چیز کو گھیرے تو وہ چیز گھیرنے والے سے بچ نہیں سکے گی۔ اسی طرح منافقین بھی اللہ تعالیٰ سے نہیں بچ سکے گے :- اور منافقین کا حیلہ کرنا و دھوکا دینے یہ منافقین کا خلاصی نہیں دے گا :-

دوسری صورت :-

"واللہ محیط بالکافرین" :- یہ جملہ معترضہ ہے۔ اور جملہ معترضہ کیلئے کوئی محلِ اعراب بھی نہیں ہوتا ہے۔

جملہ معترضہ کا فائدہ کیا ہے؟

اس کا فائدہ یہ ہے کہ منافقین کا موت سے ڈرنا، اور اس کڑک آواز کی وجہ سے اپنی انگلیاں کانوں میں ڈالنا۔ ان منافقین کو یہ چیزیں اللہ سے نہیں بچا سکے گیں :-

یہاں پر جملہ معترضہ کا یہ فائدہ حاصل ہوا :-

Scanned by CamScanner

Date 06.01.19

"یکاد البرق یخطف ابصارھم"

س: مذکورہ آیت کا پہلی والی آیت سے کیا تعلق ہے؟

ج: "یکاد البرق یخطف ابصارھم" یہ جملہ مستانفہ ہے۔ اور جملہ مستانفہ سوال کے جواب میں آتا ہے:۔

سوال:۔

کسی کہنے والے نے کہا کہ منافقین کی کیا حالت ہوگی اس کڑک آواز کی وجہ سے؟

جواب:۔

تو جواب دیا کہ "قریب تھا کہ چمک ان کی بصارتوں کو اچک لے جائے":۔

س: "کاد" اور "عسی" یہ کن حروف میں سے ہیں نیز ان کی تحقیق بھی کریں؟

ج: "کاد" اور "عسی" یہ دونوں افعال قلوب میں سے ہیں۔

قلوب کی تعریف:۔

وہ افعال جو وجود میں سے خبر کو قریب کرنے کیلئے وضع کیے گئے ہوں۔ اگرچہ وہ خبر نہ پائی جائے۔ یا کسی مانع کی وجہ سے نہیں پائی جائے گی یا پھر کسی شرط کے مفقود ہونے کی وجہ سے وہ خبر نہ پائی جائے گی۔

عسی:۔

"عسی" کی وضعیت فقط "امید" کیلئے ہے۔

پہلی بات:۔

"کاد" فقط خبر محض کی طرح ہے۔ اسی وجہ سے "کاد" کی گردانیں پڑھی جاتی ہیں۔

جیسے:۔ کاد یکید کیدا، کاد کادا کادوا، کادت کادتا"

"عسی" یہ افعال تصرفات میں سے نہیں ہے۔ "عسی" میں حرف کے معنی متضمن ہیں۔ جیسے: لعلّ و ما۔

جسطرح ان کی گردانیں نہیں آتی اسی طرح "عسی" کی بھی گردان نہیں آئے گی:۔

دوسری بات:۔

"کاد" کی خبر کیلئے یہ شرط ہے کہ اسکی خبر فعل مضارع ہو۔ اس بات پر تنبیہ کرتے ہوئے کہ مقصود

Scanned by CamScanner

Date 08-01-19

قریب سے ہے۔ اور فعل مضارع بھی ایسا ہو جو "اَنْ" کے بغیر ہو:۔ اسلئے کہ "اَنْ" یہ معنیٰ کو مستقبل کے ساتھ خاص کر دیتا ہے۔ اور ہمارا مقصود "حال" سے ہے۔ اس بناء پر فعل مضارع "اَنْ" کے بغیر ہو۔

تیسری بات :۔

بسا اوقات فعل مضارع پر "اَنْ" داخل کرتے ہیں لیکن اُسوقت "کاد" کو "عسیٰ" پر محمول کرتے ہیں۔

جیسے :۔ "عسیٰ" کو "کادَ" پر محمول کرتے ہیں۔ اُسوقت اُسکی خبر پر "اَنْ" کو حذف کرتے ہیں :۔

وجہ :۔

اسلئے کہ "کاد" اور "عسیٰ" یہ دونوں مقاربہ کے معنیٰ میں مشترک ہیں۔ اس بناء پر کبھی "کاد" کو "عسیٰ" پر محمول کرتے ہیں اور کبھی "عسیٰ" کو "کاد" پر محمول کرتے ہیں۔

س 76 "خطف" کے معنیٰ تحریر کریں اور اسکی قراءت بھی لکھیئے؟

ج معنیٰ :۔

"خطف" کے معنیٰ ہیں کہ "جلدی سے اُچک لینا" :۔

پہلی قراءت :۔

یَخْطَفُ :۔

دوسری قراءت :۔

یَخَطِّفُ :۔

تیسری قراءت :۔

یَخَطِّفُ :۔ اصل میں یَخْتَطِفُ :۔ بکسر "تاء" کی حرکت ماقبل حرف کو دی۔ بکسر "تاء" کا "طاء" میں ادغام کیا۔

چوتھی قراءت :۔

یَخِطِّفُ :۔ اصل میں یَخْتَطِفُ :۔ "تاء" کی حرکت کو حذف کیا۔ تو "خاء" بھی ساکن "تاء" بھی ساکن تو التقاء ساکنین کی بناء پر "خاء" کو کسرہ دیا۔

پانچویں قراءت :۔

یِخِطِّفُ :۔ "یاء" کو تابع کرتے ہوئے "خاء" کا۔ تو "یاء" کو کسرہ دیا :۔

چھٹی قراءت :۔ یَخْتَطِفُ :۔

Scanned by CamScanner

آ

Date 11-01-19

"كلما أضاء لهم مشوا فيه وإذا أظلم عليهم قاموا"

س 77 اس آیت کا ماقبل والی آیت سے کیا تعلق ہے؟

ج مذکورہ آیت جملہ مستانفہ ہے۔ اور جملہ مستانفہ سوال کے جواب میں آتا ہے:۔

سوال:۔

منافقین کی حالت کیا ہوگی گرج کے چمکنے اور کم ہونے سے ان دونوں حالتوں میں؟

جواب:۔

جب جب بھی گرج چمکتی وہ اس چمک میں چلتے اور جب اندھیرا ہوجاتا تو منافقین اُس میں ٹھہر جاتے۔

س 78 "أضاء" فعل متعدی ہے یا لازم؟ وضاحت کیساتھ لکھئے:۔

ج "أضاء" فعل متعدی بھی بن سکتا ہے اور فعل لازم بھی بن سکتا ہے۔ دونوں صورتوں کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:۔

فعل لازم کی صورت:۔

"أضاء" اگر فعل لازم ہو تو مفعول محذوف ہوگا جو "ممشی" ہے۔ اس صورت میں آیت کا ترجمہ یوں ہوگا کہ "جب جب بھی منافقین کیلئے بجلی چمکی تو منافقین نے روشن میں چلنے کو لیا:۔

فعل متعدی کی صورت:۔

"أضاء" اگر فعل متعدی ہو تو مفعول محذوف ہوگا جو "مطرح" ہے۔ اس صورت میں آیت کا ترجمہ یوں ہوگا کہ "جب جب بجلی اُن کیلئے نمودار ہوئی تو منافقین روشن جگہ میں چلے:۔

س 79 "أظلم" فعل متعدی ہے یا فعل لازم ہے؟

ج "أظلم" فعل متعدی ہے:۔

پہلی دلیل:۔

شاذ قراءت میں "أُظلِمَ" پڑھا گیا ہے۔ فعل متعدی پڑھا گیا ہے:۔

دوسری دلیل:۔

"هما أظلما حالي ثمة أجليا"

Scanned by CamScanner

Date 16-01-19

ظلا میمھما عن وجہ أمرد أشیب

ترجمہ :-

ان دونوں کی اندھیری ظاہر ہوئی میرے چہرے سے
اس حال میں کہ میں جوان ہوں اور شیخ اشیب ہوں

محل الاستشہاد :-

"أظلما" فعل متعدی کے طور پر استعمال ہوا ہے۔
1۔ مفعول "ھما" ضمیر ہے۔ 2۔ مفعول "حالی" ہے۔

س 80 "ابوتمام" محدثین شعراء میں سے ہیں محدثین شعراء کے شعر سے دلیل نہیں لی جا سکتی؟

ج محدثین شعراء کے شعر سے اگرچہ دلیل نہیں لے سکتے لیکن وہ محدثین جو علماء عرب سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان سے دلیل کے طور پر شعر لینا درست ہے۔

وجہ :-
گویا کہ ان شعراء کا قول "رؤیت" کے منزلہ میں ہے۔ اس بناء پر ان کے شعر سے دلیل لینا درست ہے۔

س 81 "اضاء" فعل کیساتھ "کلما" اور "اظلم" فعل کیساتھ "اذا" کو ذکر کرنے کی حکمت تحریر فرمائیے؟

ج "کلما" میں تکرار کے معنی ہوتے ہیں۔
اور منافقین بھی چلنے میں حریص تھے۔ جب جب بھی منافقین کو چلنے کی فرصت ملتی تو منافقین چل پڑتے۔
اور "إذا" میں تکرار کے معنی نہیں ہیں۔
اور "منافقین" رکنے پر حریص نہ تھے۔
اس وجہ سے جس میں حریص تھے اُس کے ساتھ "کلما" اور جسکے ساتھ "إذا" ذکر کیا اُس میں حریص نہیں تھے۔

"ولو شاء اللہ لذھب بسمعھم وابصارھم"

س 82 "لذھب" ترکیب کلام میں کیا واقع ہو رہا ہے؟

ج "لذھب" یہ "شاء" کا مفعول واقع ہو رہا ہے۔ اصل

Scanned by CamScanner

Date 17-01-19

عبارت "أن یذھب بسمعھم بقصف الرعد وأبصارھم بومیض البرق" یہ پورا جملہ بتاویل مفرد ہو کر "شاء" کا مفعول واقع ہوگا:-

س 83: "شاء" فعل کا مفعول ذکر ہوتا ہے یا محذوف؟ وضاحت کے ساتھ ذکر کریں؟

ج: فعل "شاء" اور فعل "اراد" کا مفعول اکثر طور پر محذوف ہوتا ہے۔ لیکن شاذ ونادر جگہیں میں ذکر کیا جاتا ہے۔

مثال:- ولو شئت أن أبکی دما لبکیتہ:-

وجہ استشھاد:-

"ان أبکی دما" یہ مفرد کی تاویل میں ہو کر "شاء" کا مفعول بنے گا۔ اور یہ عجیب وشاذ ہے کہ کوئی بندہ خون کے آنسو روئے۔ اس بناء پر مفعول کو ذکر کیا:-

س 84: "لو" کی تحقیق بیان کریں؟

ج: "لو" حروف شرط میں سے ہے۔ اور "لو" انتفاء ثانی کی وجہ سے انتفاء اول ہوتا ہے۔

ایک قراءت میں:-

لأذھب بأسماعھم

"باء" کی زیادتی کے ساتھ پڑھا گیا:-

دلیل:-

ولا تلقوا بأیدیکم إلی التھلکہ:- سورہ البقرہ: 195

س 85: "لو" شرط کے فائدے تحریر کریں؟

ج: پہلا فائدہ:-

منافقین کی سماعت اور ان کی بصارت لوٹ کر جانے کا جو مانع تھا۔ وہ ظاہر ہو گیا وہ اللہ تعالیٰ کی عدم مشیئت ہے۔ یعنی:- وہ سب اسباب پائے جا رہے تھے جسکی وجہ سے اُن کی سماعت اور بصارت چلی جاتی لیکن اللہ تعالیٰ کی مشیئۃ نہیں تھی۔

Scanned by CamScanner

Date 18.01.19

دوسرا فائدہ:-

اسباب کی تاثیر اپنے مسببات میں اللہ تعالیٰ کی مشیئۃ کے ساتھ مشروط ہیں۔ جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیئۃ نہیں ہوگی تب تک سبب اپنے مسبب میں تاثیر نہیں کرے گا:-

تیسرا فائدہ:-

مسببات کا وجود ان کے اسباب کے ساتھ مربوط ہیں۔ جو کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اللہ تعالیٰ کی مشیئۃ کے ساتھ واقع ہو گئے:-

"یاایھا الناس اعبدوا ربکم"

س 86 اس آیت کا ماقبل والی آیت سے کیا تعلق ہے تحریر کریں؟ وضاحت کیساتھ:-

ج اس سے پہلی والی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے مکلفین کے فرقے بیان کر دیے کہ ایک فرقہ خالص مؤمن کا ہوگا دوسرا کافرین کا اور منافقین کا:-

پھر اسکے بعد ان فرقوں کے خواص کو بیان فرمایا کہ مؤمنین "یؤمنون بالغیب" کے ساتھ خاص ہیں۔ اور کافرین و منافقین "ختم اللہ علی قلوبھم" کے ساتھ خاص ہیں۔

پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے ان فرقوں کے پلٹنے کی جگہ کو بھی بیان فرمادیا کہ مؤمنین "ھم المفلحون" ہیں۔ اور کافروں کیلئے "ولھم عذاب الیم" ہے۔

پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے عبادت کا ذکر فرمایا کہ اے بندو! تم میری عبادت کرو:-

س 87 اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اسماء کے صیغے استعمال فرمایا اور اسماء غائب کے حکم میں ہوتے ہیں تو اس آیت حاضر کا صیغہ استعمال فرمایا۔ غائب سے حاضر کی طرف التفات کرنے کی کیا وجہ ہے؟

وہ وجہ تحریر کریں؟

Date 18-01-19

ج پہلی وجہ :-
سامع کو چلنا کرنے کی وجہ سے التفات فرمایا۔
دوسری وجہ :-
سامع کو چست کرنے کیلئے التفات فرمایا۔
تیسری وجہ :-
عبادت کے حکم کی اہمیت (اہتمام) کو بیان کرنے کی وجہ سے التفات فرمایا۔
چوتھی وجہ :-
عبادت کے معاملے کی عظمت کو بیان کرنے کیلئے التفات فرمایا۔
حاضر کی طرف التفات کرنے کی وجہ :-
عبادت کی مشقت کو مخاطب کی لذت کی وجہ سے پورا کرنے کیلئے حاضر کی طرف التفات فرمایا۔ یعنی :- بندہ عبادت کرے گا طبیعت کا تقاضا نہیں ہوگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے عبادت کرے گا۔ جب عبادت پوری طرح ادا کرے گا پھر اسکے بعد بندہ کو راحت ملے گی۔

س 88 حرف نداء "یا" کی تحقیق بیان کریں؟ تفصیل لیساتھ :-
ج قاضی بیضاوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حرف نداء "یا" کی اصل وضع بعید کیلئے ہے۔ لیکن بسا اوقات "یا" حرف نداء کے ذریعے قریب والے کو بھی نداء دی جاتی ہے۔ وہ اس اعتبار سے نداء دیتے ہیں کہ قریب والے کو بعید والے کے مرتبے میں رکھتے ہیں۔ اس بناء پر حرف نداء "یا" کے ذریعے قریب والے کو نداء دیتے ہیں۔
قریب کو بعید کے منزلہ در رکھنے کی پہلی وجہ :-
قریب والے کی عظمت کی وجہ سے :- جیسے :- داعی :- دعا میں کہتا ہے " یا رب ، یا اللہ :- حالانکہ اللہ تعالیٰ تو بندوں کی شہہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہے۔
دوسری وجہ :-
قریب والے کی غافل ہونے کی وجہ سے قریب والے کو بعید والے کے مرتبے میں رکھتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

Date 22.01.19

تیسری وجہ :-

قریب والے کے کم ذہن کی بناء پر :-

چوتھی وجہ :-

مخاطب کی توجہ اپنے پیچھے کرنے کیلئے :-

پانچویں وجہ :-

قریب والے کو ابھارنے کی زیادتی کیلئے :-

س 89 "منادی" اپنے حرف نداء سے ملکر ایک مفید جملہ بنتا ہے حالانکہ حرف نداء تو ایک حرف ہے۔ ایک حرف دوسرا اسم ملکر ایک مفید جملہ کیسے بن سکتے ہیں۔ مسند الیہ اور مسند ملکر ایک مفید جملہ کا وقوع ہوتا ہے؟

ج آپ کی بھی بات درست ہے کہ حرف اسم سے ملکر مفید جملہ نہیں بن سکتا :- لیکن یہاں حرف نداء یہ "ادعو" فعل محذوف کے قائم مقام ہے۔ تو اب ایک مسند الیہ اور دوسرا مسند بن جائے گا۔ تو اس صورت میں کوئی اعتراض بھی باقی نہیں رہے گا۔

س 90 "یا ایھا الناس" حرف نداء اور منادی کے درمیان "ای" آیا ہوا ہے اسکی وجہ تحریر کریں؟

ج "الناس" منادی معرف باللام ہے اور الف لام حرف تعریف کے ہیں اور "یا" بھی معرفہ کرنے کیلئے آتا ہے۔ دو حرف کا اجتماع ہو رہا تھا۔ جو کہ متعذر ہے۔ اس تعذر سے بچنے کیلئے ان دو حرف تعریف کے درمیان فرق کرنے کیلئے "ای" کا اضافہ کیا۔

پھر اسکے بعد نداء کے ذریعے جو مقصود تھا منادی سے۔ وہ منادی کا حکم "ای" کو دے دیا۔ صفت کاشفہ کی بناء پر :- یعنی :- اے وہ۔ وہ سے کیا مراد ہے اس ابہام کو دور کرنے کیلئے آگے "الناس" کا ذکر کیا۔ اے وہ جو لوگ۔

س 91 "الناس" "ای" کی صفت کاشفہ ہے جب منادی کی صفت بیان کی جائے تو اس صفت پر "رفع" پڑھنا بھی جائز اور "نصب" پڑھنا بھی جائز ہے۔ پھر "الناس" پر رفع پڑھا گیا نصب نہ پڑھا؟ جواب تحریر کریں :-

ج اس بناء پر "الناس" پر رفع پڑھا تاکہ "ای" کے ساتھ مناسبت

Scanned by CamScanner

ہو جائے۔ جو "ای" پر اعراب ہے وہی اُسکی صفت پر اعراب ہے:-

س 92 دو حرفِ تعریف کے اجتماع سے بچنے کیلئے "ای" لایا۔ لیکن "ای" کے بعد "ھا" کون سا ہے اور یہ کیلئے ہے؟

ج "ھا" یہ تنبیہ کا ہے۔ اور "ای" کیلئے تاکید ہے۔

لانے کی وجہ:-

"ای" اُن حروف میں سے ہے جو ہمیشہ مضاف ہو کر استعمال ہوتے ہیں۔ اور مضاف کا مضاف الیہ بھی ہوتا ہے۔ "ای" کا تقاضا تھا کہ مضاف الیہ ہو۔ مضاف الیہ کے عوض "ای" کیلئے "ھا تنبیہ" کا اضافہ کیا۔ تاکہ "ای" جسکا مستحق تھا۔ وہ پورا ہو جائے۔

س 93 "ایّھا" کے ذریعے نداء دینے کی وجہ کیا ہے؟

ج "ایّھا" کے ذریعے قرآنِ پاک میں کثیر اسطرح کی نداء دی گئی ہیں:-

اسلئے کہ اسطرح نداء مستقل ہے اور اسطرح تاکید بھی ہے اسلئے اسطرح سے کثیر نداء دی گئی ہے۔ اور ہر وہ کام جو خود اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو نداء دے تو وہ کام بھی تو بڑا کام ہوگا اور اُس کام کا حق تو یہ ہے کہ اس کام کو بڑی بڑی تاکید کے ساتھ لایا جائے۔

پہلی وجہ:-

تاکہ بندے اس کام کو پوری طرح سمجھ لیں:-

دوسری وجہ:-

تاکہ بندوں کی دلیں اُس کام کو قبول کر لے:-

تیسری وجہ:-

اُس کام سے غافل لوگوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہوتی ہے۔

س 94 "الناس" پر الف لام کون سا ہے؟ وضاحت تحریر کریں؟

ج جمع اور اسم جمع کو اگر الف لام سے مزین کر دیا جائے تو اُس وقت اس جمع اور اسم جمع کے الف لام سے مراد "الف لام" عموم کیلئے ہوگا۔ جب آپ اس الف لام سے "عہد خارجی" مراد نہ لیں۔ اگر "عہد خارجی" مراد لیا تو اُس وقت الف لام عموم

Scanned by CamScanner

Date 27-01-19

لیلئے نہیں ہوگا:۔

پہلی وجہ:۔
جب الف لام عموم کیلئے ہوگا تو اسوقت اس عموم سے استثناء کرنا درست ہوگا۔
جیسے:۔ جاء نی القوم الا زیدا:۔

دوسری وجہ:۔
تاکید یہ اس بات کو ثابت کرے گی جو متبوع سے فائدہ حاصل ہوا ہے۔
جیسے:۔ فسجد الملٰئکۃ کلھم اجمعون:۔

تیسری وجہ:۔
صحابہ کرام علیھم الرضوان کا اس عموم سے استدلال کرنا رائج اور شائع ہے۔
جیسے:۔ سرکار علیہ السلام کے وصال کے بعد خلیفہ بننے میں اختلاف ہوگیا۔ انصار نے کہا کہ امیر ہم میں سے ہوگا اور تم میں سے امیر ہوگا۔ تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ نے سرکار علیہ السلام کے اس "الأئمۃ من قریش" سے استدلال کیا۔ کہ خلیفہ قریش میں سے ہوگا:۔

س 95 آیت کریمہ میں جو "الناس" آیا ہے اس "الناس" سے کون سے لوگ مراد ہیں؟
ج "ناس" یہ عام ہے۔ آیت کریمہ کے نزول کے وقت جو لوگ موجود تھے۔ وہ بھی شامل ہیں۔ اور جو آئندہ پائے جائیں گے وہ بھی مراد ہیں۔
اس لیے کہ یہ سرکار علیہ السلام کے دین کے تواتر سے ہے۔ اور بے شک اللہ تعالیٰ کے خطاب کا مقصد بھی یہ ہے۔ تمام کے تمام لوگ اس میں شامل ہوں۔ قیامت تک کے لوگوں کو شامل ہے۔ مگر وہ لوگ شامل نہیں ہونگے جنکو دلیل "حدیث" نے مستثنیٰ کیا ہو:۔
جیسے:۔ مجنون شخص کو حدیث نے مستثنیٰ کیا:۔

س 96 مکی اور مدنی سورت کی پہچان کیا ہے؟
ج حضرت علقمہ اور حسن رضی اللہ تعالیٰ عنھما سے روایت ہے

Scanned by CamScanner

Date 27.01.19

کہ ہر وہ سورت جس میں " یا ایھا الناس " ہو وہ سورت "مکی" ہے۔ اور ہر وہ سورت جس میں " یا ایھا آمنوا" ہو وہ سورت "مدنی" ہے۔

اعتراض:-

"الناس" سے مراد آپ نے عام لیا ہے کہ کفار اور مؤمنین سب سے خطاب ہے حالانکہ یہ سورت تو مکی ہے۔ اور مکے کے کفار سے خطاب ہے تو پھر آپ کا "الناس" سے عام لینا درست نہ ہوا؟

بسبیل انکاری جواب:-

اولاً یہ کہ جو ان دونوں صحابہ سے جو روایت ہے وہ "مرفوع" نہیں ہے۔ بلکہ ان ہی تک "موقوف" ہے۔

بسبیل تسلیم جواب:-

اگر ہم اس بات کو مان بھی لیں کہ حدیث پاک مرفوع ہے۔ اور سورت مکی ہے۔ تو ہم اس سے اس بات کو تسلیم نہیں کریں گے کہ "الناس" سے مراد "کفار" ہیں۔ کیونکہ مکے میں تو کفار اور مؤمنین دونوں تھے۔ تو خطاب دونوں سے ہے:-

س "الناس" سے کفار کیسے مراد لے سکتے ہیں حالانکہ ان کے پاس تو ایمان کی دولت بھی نہیں ہے عبادت کا حکم تو ایمان لانے کے بعد دیا جائے گا؟

ج "یا ایھا الناس اعبدوا" لوگوں سے خطاب ہے۔ جو کہ مطلق ہے اور اصول ہے کہ "مطلق اپنے اطلاق پر جاری ہوتا ہے۔ اب چاہے عبادت کی ابتداء کرنے والے ہوں یا عبادت پر زیادتی کرنے والے ہوں یا عبادت پر ہمیشگی اختیار کرنے والے ہوں۔ سب کو شامل ہے۔

کفار سے مطلوب:-

کفار سے مطلوب یہ ہے کہ عبادت سے پہلے اللہ تعالیٰ کا اقرار کرلو اور دل سے پہچان جاؤ۔ پھر عبادت کرو۔ کیونکہ کوئی بھی چیز اس وقت مکمل ہوگی۔ جو اپنے تمام لوازمات کو گھیرے ہوئی ہو۔

جیسے:- انسان ناپاک ہے۔ تو اب انسان سے نماز تو معاف

Date 27-01-19

نہیں ہوگی نہ بلکہ ایسے انسان کو حکم دیا جائے گا کہ پہلے پاکی حاصل کرے پھر نماز پڑھ لے۔ ٹھیک اسی طرح کفر کی وجہ سے عبادت کے وجوب کیلئے مانع تو نہیں ہے نہ اسکو کہا جائے گا سب سے پہلے ایمان لاؤ پھر عبادت خداوندی کی بجا آوری کرو!

مؤمنین سے مطلوب :-

مؤمنین سے مطلوب یہ ہوگا کہ تم لوگ عبادت پر زیادتی کرو اور عبادت پر ہمیشگی کرو۔

"الذی خلقکم"

س 98 "الذی خلقکم" اس آیت کا ماقبل والی آیت سے کیا تعلق ہے۔ وہ تعلق قلم بند فرمائیے؟

ج پہلا احتمال :-

"الذی خلقکم" اللہ تعالیٰ کی صفت واقع ہوگی۔

مطلب :- عبادت کے لائق وہ ذات ہوگی جو بڑی عظمت والی ہوگی۔ اور وہ ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ یا تم لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس وجہ سے کہ اس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

دوسرا احتمال :-

"الذی خلقکم" کو "رب" کی صفت مقیدہ اور "صفت توضیحہ" بنائیے :- مطلب :- موصوف میں پہلے عمومیت تھی۔ پھر عمومیت کو ختم کرکے خاص کر دیا مقید کر دیا اس رب کے ساتھ جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

اعتراض :-

آپ نے کہا کہ "رب" میں عمومیت تھی۔ حالانکہ "رب" میں تو عمومیت نہیں تھی وہ اسطرح کہ "رب" یہ لفظ قرآن پاک میں آیا ہے۔ اور اس سے خاص رب ہی مراد لیا جاتا ہے نہ کہ عام رب، تو آپ کا "الذی خلقکم" کو "رب" کی صفت مقیدہ و توضیحہ بنانا درست نہ ہوا؟

جواب :-

اگر خطاب مشرکین کے ساتھ خاص کیا جائے تو اب صفت مقیدہ و توضیحہ بنانا درست ہوگا۔ اسلئے کہ اس

Scanned by CamScanner

Date 27-01-19

صورت میں "رب" عام مراد ہوگا۔ مشرکین جن بتوں کی پرستش کرتے تھے اُنکو بھی معبود و "رب" کہتے تھے۔

اور مشرکین معبود باطلہ مراد لیتے تھے۔ کیونکہ وہ بتوں کی عبادت کرتے تھے۔ لیکن مشرکین یہ نہیں کہتے تھے کہ ان بتوں نے ہمیں پیدا کیا۔ اس بناء پر یہ قید لگائی "ہر کسی کی عبادت نہ کرو بلکہ اُس پاک پروردگار کی عبادت کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

س 99 "خلق" کے معنیٰ تحریر کریں؟

ج لغوی معنیٰ:-

چیز کو عدم سے وجود میں لانا۔

اصطلاحی تعریف:-

اُس چیز کو اسطرح وجود میں لانا کہ وہ برابر ہو۔

اصل:-

اسکی اصل "تقدیر" اندازہ ہے۔ جیسے کہا جاتا ہے کہ "خلق النعل" یہ اُسوقت بولا جاتا ہے جب اسکو "تقدیر" پر بنایا گیا ہو:-

"والذین من قبلکم"

س 100 "والذین من قبلکم" اس آیت کا ماقبل والی آیت سے ربط بیان کریں؟

ج یہ آیت منصوب ہے۔ "خلقکم" میں جو "کم ضمیر" منصوب ہے۔ "والذین من قبلکم" کا اس ضمیر پر عطف کیا گیا ہے۔ "کم ضمیر" معطوف علیہ اور "والذین من قبلکم" معطوف بنے گا۔ معطوف علیہ اور معطوف کا اعراب ایک جیسا ہوتا ہے۔

اعتراض:-

"الذی خلقکم و والذین من قبلکم" یہ دونوں آیتیں ملکر "رب" کی صفت واقع ہوگی۔

اور صفت کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ صفت مخاطب کو معلوم ہو۔ ورنہ یہ صفت نہیں بناسکتے۔ اسوقت وہ صفت "خبر" بن جائے گی۔ تو

Scanned by CamScanner

Date 27-01-19

کہنے والا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ کفار کو تو اللہ تعالیٰ کے خلقیت کا علم تو نہیں تھا یا بعض کفار کو علم تھا بعض کو نہیں تھا۔ پھر "والذین من قبلکم" و "الذی خلقکم" والی آیت کو رب کی صفت کیسے بننا درست ہوگی؟

جواب :-

مخاطب "کفار" کو اس بات کا یقین ہے اور انکو یہ بات بھی ہے کہ ہم کو پیدا کرنے والا اور ہم سے پہلے والوں کو پیدا کرنے والا وہ اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ جب معلوم ہے۔ تو صفت بننا بالکل درست ہوا:-

دلیل :-

کفار خود اس بات کا اعتراف کرتے تھے کہ ہمارا اور ہم سے پہلے والوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

قولہ تعالیٰ :- ولئن سألتہم من خلقہم لیقولن اللہ !-

دوسری دلیل :-

کفار اس بات پر قادر تھے انکو قدرت دی گئی تھی کہ اگر کفار تھوڑی سی بھی غور وفکر کرتے تھے تو کفار کو اس بات کا علم ہو جاتا کہ خالق ذات باری تعالیٰ ہے۔ اور کوئی نہیں ہے۔

"لعلکم تتقون"

س[101] "لعلکم تتقون" اس آیت کا ماقبل والی آیت سے ربط بیان کریں؟

ج "لعلکم تتقون" یہ آیت "اعبدوا" کی "انتم" ضمیر سے حال واقع ہوئی ہے۔ ایسی صورت میں آیت کا ترجمہ کچھ یوں ہوگا کہ (تم اپنے رب کی عبادت کرو اس امید کے ساتھ کہ تم پرہیزگاروں کے راستے میں داخل ہو جاؤ ایسے پرہیزگار جو ہدایت اور کامیابی کے ساتھ کامیاب ہونے والے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سائے میں ہیں۔)

س[102] "تقوی" کے معانی بیان کریں؟

ج معنی :-

خداوند قدوس کے علاوہ ہر چیز سے علیحدگی اختیار کرنا۔

اور عابد کیلئے یہ بات ضروری ہے کہ اپنی عبادت پر

Scanned by CamScanner

Date 28-01-19

غرور نہ کرے۔ بلکہ خوف اور امید کے درمیان میں رہے
جیسے:۔ قال اللہ تعالیٰ:۔ یدعون ربھم خوفا و طمعا"
یعنی:۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے امید رکھتے
ہیں اور اسکے عذاب سے ڈرتے ہیں۔

دوسرا احتمال:۔
لعلکم تتقون:۔ اسلوب حال واقع ہو رہیں گے" خلقکم"
کی "کم" ضمیر اور "والذین من قبلکم" کی "کم" ضمیر:
اس صورت میں آیت کریمہ کا ترجمہ:۔
اے لوگوں تم اپنے رب
کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا
اس اعتبار سے کہ اس سے تقویٰ کی امید کی جاتی ہے۔

وجہ:۔
تقویٰ کیطرف بلانے کی اشیاء و اسباب جمع ہوئے اور
یہ اسباب کثیر بھی ہیں۔ تو تقویٰ کا معاملہ پختہ ہو گیا۔
اس بناء پر ان سے تقویٰ کی امید کی گئی۔ کہ تقویٰ کے
سب اسباب جمع ہیں۔ تو ہو سکتا ہے کہ وہ تقویٰ کو اختیار
کر لیں:۔

س 105 جب "لعلکم" کو "خلقکم" کی "کم" ضمیر سے حال بنائیے۔ تو اصول
یہ ہے کہ "ذوالحال و حال" دونوں کا ایک زمانہ ہونا ضروری ہے۔
حالانکہ "پیدائش اور تقویٰ" دونوں ایک زمانے میں تو نہیں
مل سکتے۔ پھر انکو ذوالحال اور حال کیسے بنائے گیے؟

ج "ما یؤول" کا اعتبار کرتے ہوئے ان سے تقویٰ کی امید
کی گئی۔ یعنی:۔ اللہ تعالیٰ نے ان نشانیوں کو پیدا فرمایا
ہے جنکو دیکھ کر یا ان نشانیوں میں ادنیٰ سے غور و فکر کرنے
سے بندہ تقویٰ حاصل کر سکتا ہے۔ تو ان سے یہ امید کی
گئی کہ یہ بڑے ہو کر ان نشانیوں میں غور و تفکر کریں گے
پھر تقویٰ حاصل کریں گے:۔

س 106 "لعلکم" کی جگہ "لعل ایاھم" ہونا چاہیے تھا۔ کیونکہ "لعلکم" تو
خطاب کا صیغہ ہے۔ جو لوگ گزر گئے وہ تو اس میں داخل
نہیں ہو رہے؟

ج اللہ جل جلالہ نے مخاطبین کو غائبین پر "لفظاً" اور "معنیً"

Date 29-01-19

دونوں اعتبار سے غلبہ دیا ہے:-

لفظاً کسطرح:-

"لعلکم" اس لفظ کو مطلق رکھا ہے۔ اور یہ مخاطبین کو اور غائبین دونوں کو شامل ہے۔

معنیً کسطرح:-

"لعلکم" اس لفظ سے تمام افراد کو مراد لیا۔ اسطرح کہ جو مخاطب ہیں وہ بھی مراد ہیں اور جو گزر گئے اور جو لوگ قیامت تک آئینگے وہ بھی مراد ہیں۔

س 152 "لعلکم تتقون" آیت کا فائدہ تحریر کریں؟

ج پہلا فائدہ:-

آیت کریمہ اللہ مجدہ کی وحدانیت پر دال ہے۔ اسطرح کہ تم مخلوق میں غور و تفکر کرو۔ جب تم نے مخلوق میں غور و فکر کر لیا۔ تو تمہیں اس مخلوق کے صانع کا علم خود بخود حاصل ہو جائے گا۔ اور وہ ہے "اللہ تعالیٰ" کی ذات:-

دوسرا فائدہ:-

عابد عبادت کی وجہ جنت میں نہیں جائے گا۔ بلکہ عابد اپنی کی ہوئی عبادت پر غرور بھی کرے کہ "ایاک نعبد" اے اللہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں۔

اس سے پہلے یہ بندہ غور تو کرے کہ مجھے ہاتھ، پاؤں، کان، آنکھیں، زبان وغیرہ وغیرہ کس نے دیں۔ حالانکہ بندہ تو ان نعمتوں کا شکریہ ادا کر رہا ہے۔ جو بندے پر شکر واجب تھا۔ مطلب:- بندے کو کام سے پہلے اجرت مل گئی جب اجرت پہلے ہی سے مل گئی پھر کس بات پر کام پر اجرت طلب کرے گا۔

گویا کہ:- یہ بندہ اس "اجیر" کیطرح ہو گیا جس نے اجرت اپنے کام سے پہلے لے لی:

"الذی جعل لکم الارض فراشا"

س 153 اس آیت کا ماقبل والی آیت سے ربط بیان کریں؟ بالتفصیل تحریر کریں؟

Scanned by CamScanner

Date 29-01-19

پہلا احتمال:-
"ربکم" کی صفت ثانی ہوگی۔
دوسرا احتمال:-
مخصوص بالمدح کے طور پر منصوب ہے۔
فعل مدح کے محذوف کی بناء پر:-
اصل عبارت:- أمدح الذی جعل لکم الأرض فراشا:
تیسرا احتمال:-
مبتداء محذوف کی خبر واقع ہوئی ہے۔
اصل عبارت:- ھو الذی جعل لکم الأرض فراشا:
چوتھا احتمال:-
"الذی جعل لکم الأرض..." پورا خبر واقع ہوگا اور
اسکی خبر "فلا تجعلوا" ہے:-

س 107 "جعل" کن افعال میں سے ہے اور اسکی تحقیق بیان کریں؟
ج "جعل" افعال عامہ میں سے ہے۔ اور اسکے استعمال کی "3" صورتیں ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:-
پہلی صورت:-
"جعل" "صار" و "طفق" کے معنی میں ہے۔
اس صورت میں فعل "جعل" متعدی نہیں ہوگا:-
دلیل:-
فقد جعلت قلوص بنی سہیل
بس بنی سہیل کے ریوڑ ہوگئے
من الأکوار مرتعھا قریب
اونٹوں میں سے اپنے چراگاہ کے قریب
محل استشھاد:-
مذکورہ شعر میں "جعلت" فعل آیا ہے۔
جو کہ لازم ہو کر استعمال ہوا ہے۔ نہ کہ متعدی ہو کر:-
دوسری صورت:-
"جعل" "أوجد" کے معنی میں ہوگا۔
اس صورت میں "متعدی بیک مفعول" ہوگا:-
دلیل:-
قولہ تعالیٰ:- وجعل الظلمت والنور:
"سورۃ الانعام" آیت نمبر "1"

Scanned by CamScanner

Date 30-01-19

تیسری صورت :۔
جعل "صیّر" کے معنی میں ہوگا۔ اس صورت
میں "متعدی بدو مفعول" ہوکر استعمال کرے گا:۔
دلیل :۔
جعل لکم الأرض فراشا :۔

س 108 "تصییر" کے معنی تحریر کریں نیز تصییر کہاں کہاں ہوتی ہے؟
معنی :۔
چیز کی ایک حالت کو دوسری حالت کیطرف منتقل
کر دینا۔
تصییر کی اقسام :۔
تصییر کی "3" صورتیں ہیں :۔
پہلی صورت :۔
"تصییر" بالفعل :۔ یعنی :۔ مادے کو ایسی صورت
پر لے کر آنا کہ دوسرا اسکو بن لے :۔
جیسے :۔ صیرت الثوب قمیصا۔
میں نے کپڑے کو قمیص بنا لیا :۔
دوسری صورت :۔
تصییر بالقول :۔ یعنی :۔ بات کے ذریعے سے دوسرے
کو بدل ڈالنا :۔
جیسے :۔ صیرت زیدا أمیرا :۔
میں نے زید کو امیر بنا لیا :۔
تیسری صورت :۔
تصییر بالعقد :۔ یعنی :۔ خالص حکم سے بات کرنا۔
اگرچہ وہ بات واقع کے مطابق نہ ہو :۔
جیسے :۔ وجعلوا الملائکۃ الذین ھم عبد الرحمن اناثا :۔
محل استشہاد :۔
فرشتے بظاہر اللہ سبحان تعالی کی بیٹیاں نہیں ہیں۔
لیکن کفار نے اپنے اعتقاد کے مطابق فرشتوں کو اللہ تعالی کی
بیٹیاں بنا ڈالیں :۔

س 109 "فراش" کے معانی تحریر فرمائیے؟
ج اللہ تعالی نے تمہارے لیے زمین کو فراش بنا لیا۔ مطلب :۔ اللہ

Scanned by CamScanner

Date 30-01-19

تعالیٰ نے زمین کے بعض حصے کو پانی سے الگ کر کے ایسی صورت بنائی اُس کے حصے کی جو نہ سخت ہے اور نہ ہی نرم ہے بلکہ نرمی اور سختی کے مابین اُس حصے کو بنا لیا۔ حالانکہ زمین کی طبیعت یہ ہے کہ وہ پانی کے اندر رہے۔ اسلئے کہ زمین میں ثقل ہے۔ اسکے باوجود بھی اللہ تعالیٰ نے اس حصے کو تمہارے بچھونا بنایا:۔

کیوں؟ اسلئے کہ تاکہ تم لوگ اس حصے پر باآسانی بیٹھ سکو اور باآسانی آرام کر سکو۔

"والسماء بناء"

س 110 "سماء" کی تحقیق بیان کریں؟

ج "السماء" کے واحد و جمع ہونے میں "2" قول ملتے ہیں۔

پہلا قول:۔

"السماء" اسم جنس ہے۔ اور اسم جنس واحد اور متعدد پر واقع ہوتا ہے:۔

جیسے:۔ دینار و درھم:۔

دوسرا قول:۔

"السماء" "سماءۃ" کی جمع ہے۔

س 111 "بناء" کے معنی اور اسکی تحقیق بیان کریں؟

ج معنی:۔

ایسا سائبان جو اللہ تعالیٰ نے تم پر ڈالا۔

دوسری بات:۔

"بناء" مصدر ہے۔ اسی بناء پر "مبنی" کو بھی "بناء" کہا جاتا ہے۔

تیسری بات:۔

"بناء" کا اطلاق عام ہے۔

چاہے "گھر" ہو یا گول چیز ہو یا خیمہ ہو۔

عرب کا مقولہ:۔

بنی علی امرأتہ:۔

اُس وقت بولا جاتا ہے جب عورت کا نکاح کرا دے۔ کیوں؟ اسلئے کہ گویا کہ اُنہوں نے عورت پر ایک نیا گھر بنا دیا۔

Scanned by CamScanner

Date 30-01-19

وانزل من السماء ماء فاخرج به من الثمرت رزقا لکم

ربط:-

مذکورہ آیت کریمہ کا جعل پر عطف ہوگا:-

س: پانی نے پھلوں کو اُگایا حالانکہ پھلوں کا اخراج تو اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اُسی کی مشیئۃ سے ہوتا ہے پھر یہاں پر کیا مراد ہے کہ پانی نے پھلوں کا اخراج کیا؟

ج: پہلا جواب:-

آپ کی بات درست ہے کہ حقیقی مسبب الاسباب ذات باری تعالیٰ ہی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ عادت کریمہ ہے کہ اشیاء کو اُن کے اسباب سے پیدا فرماتا ہے۔ یہاں پر بھی پھلوں کا اخراج دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی مشیئۃ سے ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پھلوں کے اخراج کا سبب اُس پانی کو بنا دیا جو پانی مٹی کے ساتھ ملا ہوا ہے اور یہی پانی پھلوں کے اخراج کا سبب ہے۔

جیسے:- حیوان کی پیدائش کیلئے "نطفہ" سبب ہے۔

دوسرا جواب:-

اللہ تعالیٰ نے پانی کے اندر "قوت فاعلہ" اور زمین کے اندر "قوت قابلہ" پیدا فرمائی جس کے جمع ہونے سے مختلف پھلوں کا خروج ہوتا ہے۔

تیسرا جواب:-

اللہ تعالیٰ ہی تو وہ ذات ہے جو تمام اشیاء کو بغیر سبب و مادے کے پیدا کرنے پر قادر ہے۔ اور اگر آپ کی بات مان بھی لیں کہ پھل پانی کے سبب سے پیدا ہوا ہے۔ لیکن ان اسباب کو بھی تو اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے پھلوں کو تدریجاً بتدریج پیدا فرمایا یک بارگی کے ساتھ پیدا نہیں فرمایا:-

پہلی وجہ:-

عقل مندوں کی عبرت کیلئے۔

دوسری وجہ:-

اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت کیطرف سکون حاصل کرتے ہوئے۔

Scanned by CamScanner

Date 30.01.19

س[113] "من السماء" کے "مِنْ" حرف جر کی تحقیق بیان کریں؟

ج "من السماء" میں "مِنْ" ابتداء کیلئے آیا ہوا ہے۔ اور "السماء" کے "2" معانی مراد لے سکتے ہیں:۔

پہلا معنیٰ:۔

آسمان سے مراد بادل ہیں۔

دلیل:۔

اسلئے کہ جو چیز بھی آپکے سر سے بلند ہو۔ اُسکو آسمان کا نام دیا جاتا ہے۔ اور بادل بھی سر کے اوپر ہوتے ہیں۔ اس بناء پر "السماء" سے مراد "بادل" لیے:۔

دوسرا معنیٰ:۔

آسمان سے مراد "بارش" ہے۔

دلیل:۔

بارش کی ابتداء آسمان سے بادل کیطرف ہوتی ہے۔ پھر بادل سے دُنیا کی زمین پر ہوتی ہے۔ اس معنی پر نص بھی ہے۔ نص:۔ روی من ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما أنه قال:۔ تحت العرش بحر ینزل منه أرزاق الحیوانات یوحی اللہ تعالیٰ إلیه فیمطر ما شاء من سماء إلی سماء حتی ینتھی إلی السماء الدنیا:۔

دوسری وجہ:۔

بارش کی ابتداء اُن اسباب سماویہ سے ہوتی ہے جو اسباب اجزاء ھوائی کو زمین کی چوڑائی سے ایک ٹھنڈے طبقے تک لے جاتے ہیں۔ پھر بارش برستی ہے۔

س[114] "من الثمرات" کے "مِنْ" کی تحقیق بیان کریں؟

ج "من الثمرات" میں جو "حرف جر مِنْ" آیا ہوا ہے۔ اسکے "2" احتمالات ہیں:۔

پہلا احتمال:۔

"مِنْ" تبعیضیہ ہوگا:۔

پہلی دلیل:۔

قوله تعالیٰ:۔ فأخرجنا به ثمرات:۔

"ثمرات" نکرہ ہے اور بعضیت پر دلالت کرتا ہے۔

دوسری دلیل:۔

حرف جر "مِنْ" سے پہلے "ثمرٰ" نکرہ اور بعد میں

Date 30-01-19

"رزقاً" نکرہ ہے۔ اور یہ دونوں نکرہ تبعیضیہ پر دال ہیں
تو لفظ "مِنْ" کو بھی بعضیت پر محمول کریں تو "مِنْ"
کی ماقبل اور مابعد سے مطابقت ہو جائے۔

اس صورت میں ترجمہ :-
اور ہم نے آسمان سے بعض پانی کو
نازل فرمایا پس اس پانی کے ذریعے ہم نے بعض پھلوں
کو نکالا تاکہ وہ تمہارے لیے بعض رزق ہو جائیے۔

تیسری دلیل :-
اور نفس الامر میں بھی اسی طرح ہے کہ اللہ
تعالیٰ نے آسمان سے تمام پانی کو نازل نہیں فرمایا ہے اور
نہ ہی بارش کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے تمام پھلوں کو پیدا
فرمایا اور نہ ہی تمام رزق کو پھل بنایا۔

دوسرا احتمال :-
"مِنْ" بیانیہ کا بھی ہو سکتا ہے۔
ترجمہ :- ہم نے پانی سے پھلوں کو نکالا۔

اعتراض :-
"مِنْ" بیانیہ کی صورت میں اعتراض یہ ہو گا کہ
"من الثمرات" بیان ہو گا۔ اور "رزقاً" یہ مبین ہو گا۔ یہاں
پر "بیان" "مبین" پر مقدم ہے۔ حالانکہ "مبیَّن"
"بیان" پر مقدم ہوتا ہے؟

جواب :-
آپ کی بات درست ہے کہ پہلے مبیَّن آتا ہے
پھر بیان آتا ہے۔ لیکن یہاں پر پہلے "بیان" اور پھر "مبیَّن" آیا ہے۔
دلیل :- انفقت من الدراھم اُلفاً :-

س :- "ثمرات" جمع قلت ہے۔ اور جمع قلت 3 سے لیکر 10
تک دلالت کرتی ہے۔ تو کیا اللہ تعالیٰ نے 10 پھلوں کو
پیدا فرمایا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو بہت سے پھلوں
کو پیدا فرمایا ہے؟ "ثمار" کیوں نہیں فرمایا؟

ج پہلا جواب :-
"ثمرات" سے پھلوں کی جماعت مراد ہے
اور جماعت میں بہت سارے پھل آتے ہیں۔ نہ کہ
10 پھل :- جیسے :- قولك :- أدركت ثمرة بستانه :-

Date 30-01-19

دلیل:۔
ایک شاذ قراءۃ میں "من الثمرۃ" واحد پڑھا گیا ہے۔ اور مراد جمع کثرت ہے۔

دوسرا جواب:۔
بسا اوقات ایک جمع دوسری جمع پر استعمال ہوتی ہے یعنی:۔ جمع قلت کی جگہ جمع کثرت، اور جمع کثرت کی جگہ جمع قلت استعمال ہوتی ہے۔

پہلی دلیل:۔
قولہ تعالیٰ:۔ کم ترکوا من جنت وعیون۔

محل استشہاد:۔
"جنات" جمع قلت کا صیغہ ہے۔ لیکن جمع کثرت کی جگہ واقع ہے۔

دوسری دلیل:۔
قولہ تعالیٰ:۔ ثلثۃ قروء:۔ (بقرہ 228)

محل استشہاد:۔
"قروء" جمع کثرت کا صیغہ ہے۔ لیکن جمع قلت کی جگہ واقع ہے۔

تیسری دلیل:۔
"الثمرات" جمع قلت کا صیغہ ہے۔ اور الف لام اس پر داخل ہے۔ اور ایک اصول ہے کہ جمع قلت پر الف لام آجائے تو وہ جمع قلت کی تعریف سے نکل جائے گا۔

ان وجوہات کی بناء پر "ثمرات" سے مراد کثیر پھل مراد ہیں۔ نہ کہ 10 پھل مراد ہیں۔

س 116: "لکم" ترکیب کلام میں کیا واقع ہو رہا ہے؟
ج: اسکی بھی "2" ترکیب ہو سکتی ہیں۔

پہلی ترکیب:۔
"رزقا" کی صفت واقع ہوگی۔ اس صورت میں "مرزوق" کے معنی میں ہوگا۔

دوسری ترکیب:۔
اگر "رزقا" کو مصدر تسلیم کریں تو "لکم" اسکا مفعول ہوگا۔ گویا کہ کہا گیا۔ رزقا ایاکم۔

Scanned by CamScanner

65 ۲

Date 30-01-19

"فلا تجعلوا للہ أندادا"

س: مذکورہ آیت کریمہ کا ماقبل والی آیت سے کیا تعلق ہے وہ "ربط" بیان کریں؟

ج: اس آیت کریمہ کی "3" صورتیں ہیں:-

پہلی صورت:-

"فلا تجعلوا للہ أندادا" یہ آیت کریمہ "اعبدوا" پر معطوف ہے۔ اور "لا" لائے نہی کا ہوگا۔

یا:- "لا" لائے منفی کا ہوگا۔ ایسی صورت میں "فاء" سببیہ کے بعد "أن" مقدر ہوگا۔ اس "أن" کی وجہ سے "ن" تخمیری گر گیا ہے۔

دوسری صورت:-

"فلا تجعلوا للہ أندادا" اس آیت کریمہ کا تعلق "لعل" کیساتھ جوڑے گئے:-

ایسی صورت میں "فلا تجعلوا" منصوب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کے فرمان "لعلی أبلغ الأسباب ... الخ" میں "فاطلع" کی طرح۔ جسطرح "فاطلع" منصوب ہے۔ اسی طرح "فلا تجعلوا" بھی منصوب ہے۔

تیسری صورت:-

"فلا تجعلوا للہ أندادا" اسکو "الذی جعل لکم" کے ساتھ تعلق جوڑیں گے۔ ایسی صورت میں "فلا تجعلوا" مفرد کی تاویل میں ہوکر "الذی جعل لکم" کی خبر واقع ہوگی۔

اعتراض:-

جب "فلا تجعلوا" خبر ہے۔ توپھر "فاء" یہ کس چیز کا ہے؟

جواب:-

یہ "فاء" سببیہ کا ہے اسلئے کہ "مبتداء" شرط کے معنیٰ کو متضمن ہے۔ اس معنیٰ کے متضمن ہونے کی وجہ سے "فاء" کو داخل کیا ہے:

آیت کا ترجمہ:-

جس ذات نے تجھے ان بڑی بڑی نعمتوں اور بڑی بڑی نشانیوں کے ساتھ خاص کیا تو لازم ہے کہ اس ذات کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے:-

Scanned by CamScanner

Date 01-02-19

س 118 "انداد" کے معنی کی تحقیق بیان فرمایئے؟

ج لغوی معنی:-

"انداد" یہ "ندّ" کی جمع ہے۔ اور اسکا معنی یہ ہے کہ "ہم پلہ مخالف یا ہم پلہ دشمن":-

دلیل:-

أتیما تجعلون إلیّ ندا

کیا قبیلہ تیم والوں نے میرے لیے ہم پلہ بنایا

وما تیم لذی حسب ندید

اور قبیلہ تیم ہم پلہ نہیں ہو سکتے اچھے شخص کیلئے

عرب کا مقولہ:-

نادّدت الرجل:-

مذکورہ محاورہ اُس وقت بولا جاتا ہے جب میں فلاں کی مخالفت کروں یا میں اُس سے بھاگ جاؤں:-

"ند" کے معنی کی تخصیص:-

"ندّ" کے معنی کو اُس مخالفت کیساتھ خاص کیا گیا جو ذات میں ہم پلہ ہو:-

جیسے:- "مساوی" کو مرتبہ کے ہمسر کے ساتھ خاص کیا گیا تھا:-

س 119 مشرکین کو "انداد" سے تعبیر فرمایا۔ حالانکہ مشرکین تو بتوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں ہم پلہ نہیں سمجھتے تھے؟ پھر "انداد" سے موسوم کرنے کی کیا وجہ ہے؟

ج اگرچہ مشرکین کا یہ گمان بھی نہیں تھا کہ وہ بتوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات میں ہمسر کر رہے ہیں۔

لیکن ان مشرکین کی حالت اُس شخص کی حالت کی سی ہے جو یہ گمان رکھتا ہے کہ "بت" ایسی واجب بذات ہیں جو ہم سے اللہ کے عذاب کو دور کر سکتے ہیں اور "بت" ہمیں وہ چیز دے سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے ارادہ نہیں فرمایا۔

تو اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اُنکو دھمکی دی اور اُنکی مذمت فرمائی کہ تم اس ذات کیلئے مخالف بنا رہے ہو جسکیلئے "انداد" مخالف بنانا مانع ہے۔

Date 01-02-19

دلیل :-

أربا واحدا أم ألف رب

کیا میں ایک رب یا ایک ہزار رب کی

أدین إذا تقسمت الأمور

پیروی کروں جب معاملات کی تقسیم کاری ہو

ترکت اللات والعزی جمیعا

میں نے "لات اور عزی" سب بتوں کو ترک کیا

کذلک یفعل الرجل البصیر

یہی ایک عقل مند شخص کا کام ہے۔

↑

"وانتم تعلمون"

آیت کا تعلق :-

"وانتم تعلمون" "فلا تجعلوا" کی "انتم" ضمیر سے حال واقع ہو رہی ہے :-

س[120] فعل "تعلمون" کے مفعول کی تحقیق بیان فرمائیے؟

ج "تعلمون" کے مفعول کی "2" صورتیں ہیں۔

پہلی صورت :-

"تعلمون" کے مفعول کو بالکل "نسیا منسیا" کر دیا ہے۔

اس صورت میں آیت کا ترجمہ :-

اور تمہاری حالت تو یہ ہے کہ تم لوگ "اہل علم" اور "غور و فکر" اور "درست رائے قائم کرنے والے" ہو۔ پس اگر تم لوگ تھوڑی سی بھی غور و فکر کرتے تو تمہاری عقل اس بات کی طرف مجبور ہوتی کہ ممکنات کے ایجاد کرنے والا ہے اور وہ ذات منفرد ہے اور وہ ذات واجب الوجود ہے اور وہ مخلوقات کے مشابہات سے بلند و بالا ہے۔

دوسری صورت :-

مفعول منوی ہے۔ یعنی :- ذہن میں ہے۔

وہ "انھا لا تماثلہ ولا تقدر علی ما یفعلہ" ہے۔

مطلب :- تم جانتے ہو کہ اس ذات کا کوئی ہم پلہ نہیں ہے اور کوئی اس بات پر قادر بھی نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مثل کرے۔

Scanned by CamScanner

Date 01-02-19

دلیل:-
قولہ تعالیٰ:- ھل من شرکائکم من یفعل من ذلکم من شئٍ:- (سورۃ الروم: 40)

س[121] ذوالحال اور حال کا عامل ایک ہوتا ہے اور انکا زمانہ بھی ایک ہوتا ہے۔ تو مطلب یہ ہوا کہ تم لوگ علم کی صورت میں اللہ کیلئے ہم پلہ نہ بناؤ اور معاذاللہ عدم علم کی صورت میں اللہ تعالیٰ کیلئے ہم برابر بناؤ؟
ج اس سے مراد یہ نہیں ہے کہ علم کی صورت ہم پلہ نہ بناؤ اور عدم علم کی صورت میں ہم پلہ بناؤ۔
بلکہ یہاں سے حکم کا مقصود یہ ہے
کفار کو "زجر و توبیخ" اور عار دلانا ہے۔
جیسے:- عالم اور وہ جاہل جو علم حاصل کرنے پر قدرت رکھتا ہے دونوں مکلف ہونے میں برابر ہیں:-

س[122] "یاایھا الناس اعبدوا ربکم" "فلا تجعلوا للہ انداداً" ان دونوں آیتوں کا خلاصہ کلام تحریر کریں؟
ج "أمر بعبادۃ اللہ تعالیٰ" اور "نھی عن الاشراک بہ تعالیٰ" یہ دونوں آیتیں حکم کیلئے علت اور مقتضی ہیں۔
یعنی:- تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اُسکے "رب" ہونے کی بناء پر:-
تو اس سے یہ بات سمجھ آگئی کہ "صفت ربوبیۃ" یہ عبادت کے وجوب کیلئے علت ہے
پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت کو بیان فرمایا:- کہ اللہ تعالیٰ اُنکا خالق ہے اور اُنکے باپ داداؤں کا بھی خالق ہے اور اُن چیزوں کا خالق ہے جنکی طرف زندگی گزارنے میں محتاج ہیں۔
جیسے:- زمین اور آسمان اور کھانا اور پہننا وغیرہ:-

س[123] آخری آیت میں صوفیاء کی تفسیر لکھئے؟
ج صوفیاءِ کرام فرماتے ہیں کہ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے انسان کے خلق کی تفصیل کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور معانی اور صفات کو بطور تشبیہ ذکر فرمایا ہے۔

Scanned by CamScanner

Date 01-02-19

جیسے: ۔ اللہ تعالیٰ نے بدن انسانیت کو زمین سے تشبیہ
دی ۔ اور "نفس" کو "آسمان" سے تشبیہ دی۔ اور
"عقل" کو پانی سے تشبیہ دی ہے ۔
اور اللہ تعالیٰ نے فضائل
اعمال اور عقائد کی نعمت فرمائی۔ اور وہ عقائد جو عقل
کے استعمال کے واسطے ذریعے سے حواس کیلئے حاصل ہوتے
ہیں ۔ ~~[illegible]~~
اور جو چیز نفس اور بدن کے ملنے سے پیدا ہوتی ہے اُس
چیز کو اللہ تعالیٰ نے اُن پھلوں سے تشبیہ دی جو پھل
سماء فاعلہ اور ارضیہ منفعلہ کی قوت کے ملنے سے نکلتے ہیں
فاعل مختار کی قدرت سے :۔

حدیث پاک :۔
فان لکل آیۃ ظھرا و بطنا و لکل حد مطلعا :۔
ترجمہ :۔ بے شک ہر آیت کیلئے ظاہر اور باطن ہے ۔ اور ہر
ظاہر و باطن کیلئے جاننے کی جگہ ہے :۔

و ان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتو بسورۃ

س ۱۲۱ مذکورہ آیت کا ماقبل آیت سے تعلق بیان کریں؟
ج اس آیت سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کو
مقرر فرمایا اور اُسکے بعد وہ راستہ بیان فرمایا جو راستہ
اللہ تعالیٰ کی وحدانیت تک پہنچادے ۔
اور اسکے فوراً
بعد وہ آیت بیان فرمائی جو نبی کریم علیہ السلام کی نبوت
پر دلالت کرے۔ اور وہ قرآن پاک ہے ۔ ایسا قرآن پاک
جو اپنی فصاحت ہونے میں ہر اُس شخص کو عاجز کرنے
والا ہے جو زیادہ فصیح بولتا ہے ۔ اور قرآن پاک نے اُس
شخص کو لاجواب کر دیا جس سے معارضہ کا مطالبہ کیا گیا۔
خالص عرب کے بڑے بڑے خطباء جن کی تعداد بھی زیادہ تھی
اور دشمنی کرنے اور نقصان پہنچانے میں بھی زیادہ تھے۔ اور ان
خطباء کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ وہ غالب آجائے اور خصم
کریں۔ اس کے باوجود بھی وہ خطباء قرآن پاک کی مثل لانے

Scanned by CamScanner

Date 02-02-19

سے عاجز آ گئے :-

س 125 اللہ تعالیٰ "نزلنا" ارشاد فرمایا "انزل" ارشاد کیوں نہیں فرمایا؟

ج "نزلنا" باب تفعیل سے اسکا معنیٰ "تدریج بتدریج" اتارنا اور "انزلنا" باب افعال سے معنیٰ "یک بارگی" سے اتارنا قرآن پاک کو اللہ تعالیٰ نے حضور علیہ السلام کی قلب اطہر پر "تدریج بتدریج" نازل فرمایا۔ مواقع کے اعتبار سے۔

جیسے :- شاعر اور خطیب حضرات موقع کے لحاظ سے ایک دو شعر یا بیان کر دیا :-

اور کفار کو یہ بات کھٹکتی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک کو ایک دفعہ کیوں نہیں نازل فرمایا۔

لقولہ تعالیٰ :- وقال الذین کفروا لولا نزل علیہ القرآن جملۃ واحدۃ "سورۃ الفرقان 32"

تو یہ زیادہ لائق ہے کہ کفار کو تحدی کیا جائے اس صورت پر کہ جھگڑا ختم ہوا اور حجت برقرار رہی :- مطلب :-

جب کفار قرآن کریم کی ایک سورت نہیں لا سکتے تو پھر پورا قرآن کریم کیسے لائیں گے :-

س 126 اللہ تعالیٰ نے "علی عبدنا" ارشاد فرمایا بندے کی اضافت اپنی طرف کی اسکی وجہ تحریر کریں ؟

ج پہلی وجہ :-

سرکار علیہ السلام کے ذکر کو اعلیٰ و ارفع کرنے کی وجہ سے :-

دوسری وجہ :-

اس بات پر تنبیہ کرنا مقصود تھی کہ سرکار علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے خاص بندے اور اسکے حکم کی اطاعت کرنے والے ہیں :-

س 127 سورۃ کی تعریف بیان کریں اور اسکی اصل کے بارے میں تحقیق لکھئے ؟

ج تعریف :-

"سورۃ قرآن پاک کے ایک مخصوص حصہ کو کہا جاتا ہے۔ جسکی مقدار کم از کم 3 آیات ہوں۔"

Scanned by CamScanner

Date 02-02-19

پہلا قول:-

"سورۃ" اسکا "واؤ" اصلی ہے۔ تو اسکا مشتق منہ "سور المدینہ" ہوگا:-

پہلی وجہ مناسبت:-

اسلئے کہ سورۃ قرآن پاک ایک محدود جو مستقل بذات ہوتا ہے۔

دوسری وجہ مناسبت:-

جسطرح شہر کی فصیل اپنے اندر مختلف چیزوں کو شامل ہوتی ہے اسی طرح قرآن پاک کی سورت بھی اپنے اندر مختلف علم کو شامل ہوتی ہے۔

دوسرا مشتق منہ:-

"واؤ" اصلی ہوگا۔ لیکن مشتق منہ "سور التی ھی الرتبۃ" ہوگا:-

دلیل:-

ولرھط حراب وقد سورۃ

اور قبیلہ رھط کے "حراب اور قد" نامی شخص کیلئے مرتبہ ہے فی المجد لیس غرابھا بمطار

بزرگی میں جسکے کبوتر اڑنے والے نہیں ہے۔

پہلی وجہ مناسبت:-

اسلئے کہ سورۃ کے بھی مختلف مراتب اور منازل ہوتے ہیں۔ قاری ان مراتب پر چڑھتا جاتا ہے۔

دوسری وجہ مناسبت:-

سورۃ کے بھی مختلف مراتب ہیں۔ طویل ہونے میں قصر ہونے میں، فضیلت میں اور شرافت میں اور قراءت کے ثواب کے اعتبار سے بھی مختلف مراتب ہیں۔

دوسرا قول:-

"سورۃ" کا "واؤ" ہمزہ سے بدلہ ہوا ہے۔

مشتق منہ:- "سؤرۃ" ہوگا۔ جسکا معنی "بچا کچا" :-

وجہ مناسبت:-

اسلئے کہ سورۃ بھی قرآن کریم کی ایک "بچا ہوا" حصہ ہوتی ہے۔ اس بناء پر اسکو "سؤرۃ" سے مشتق مانا:-

Scanned by CamScanner

Date 02-02-19

س 128 قرآن پاک کو مختلف سورتوں پر جمع کرنے کی حکمت تحریر فرمائیے؟

ج پہلی وجہ:-
مختلف قسموں کی انفرادیت بیان کرنا مقصود تھی

دوسری وجہ:-
بعض نظائر کو دوسرے بعض نظائر سے ملانا مقصود تھا۔

تیسری وجہ:-
رعایت سجع کا اعتبار کرنا مقصود تھا۔

چوتھی وجہ:-
قاری کی چستی کرنا مقصود تھی۔

پانچویں وجہ:-
حفظ کو آسان کرنا مقصود تھا۔

چھٹی وجہ:-
قرآن پاک میں رغبت پیدا کرنا مقصود تھا۔ جب قاری قرآن پاک کی ایک سورت یاد کرے گا تو جو قاری کو اکتاہٹ ہوئی تھی وہ ختم کر دے گی۔

جیسے:- مسافر جب ایک میل یا 12 میل سفر کر لیتا ہے تو وہ سکون حاصل کر لیتا ہے کہ میں نے اتنا سفر کر لیا ہے

۱
"من مثلہ"

س 129 "من مثلہ" آیت کریمہ کا ماقبل سے ربط بیان کریں اور "مثلہ" کی ضمیر کا مرجع بھی بیان کریں؟

ج پہلا احتمال:-
"من مثلہ" کو "سورۃ" کی صفت واقع کرتے ہیں۔
ترجمہ:- ایسی سورۃ لاؤ جو قرآن کی مثل ہو۔

دوسرا احتمال:-
"من مثلہ" کو "فاتوا" کا ظرف لغو بنائے ہیں۔

س 130 "من مثلہ" کو "سورۃ" کی صفت بنانے کی صورت میں ضمیر کا مرجع اور "مِن" کی تحقیق بیان کریں؟

ج جب "مِن مثلہ" کو "سورۃ" کی صفت بنایا جائے تو اس

Scanned by CamScanner

Date 02-02-19

صورت میں ضمیر کے مرجع کے بارے میں "2" اقوال ملتے ہیں:-

پہلا قول:-

ضمیر کا مرجع "منزل" ہوگا۔ اس صورت میں "مِن" تبعیضیہ یا بیانیہ اور امام اخفش کے نزدیک زائد بھی ہو سکتا ہے۔

اس صورت میں آیت کا ترجمہ:-

اور تم ایسی صورت لاؤ جو قرآن کریم کی بلاغت میں اور اچھی نظم میں اس کی مثل ہوں۔

دوسرا قول:-

"مثلہ" کی ضمیر کا مرجع "منزل علیہ" ہوگا۔ اس صورت میں "مِن" ابتداء کیلئے ہوگا۔

اس صورت میں آیت کا ترجمہ:-

ایسی صورت لاؤ جو شخص سرکار علیہ السلام کی حالت پر ہو اور وہ بشر بھی ہو اور اُمی بھی ہو جس نے کتابیں بھی نہ پڑھی ہوں اور نہ ہی علوم سیکھا ہو۔

س [13] "من مثلہ" کو "فأتوا" کا ظرف لغو بنانے کی صورت میں "مثلہ" کی ضمیر کا مرجع کون ہوگا تحریر کریں؟

ج "من مثلہ" کو "فأتوا" کا ظرفِ لغو بنانے کی صورت میں "مثلہ" کی ضمیر کے مرجع میں "2" قول ہیں:-

پہلا قول:-

"مثلہ" میں ضمیر کا مرجع "منزل" ہے۔

دوسرا قول:-

"مثلہ" میں ضمیر کا مرجع "منزل علیہ" ہے۔

اوجہ صورت:-

ظرف لغو بنانے کی صورت میں "مثلہ" کی ضمیر کا مرجع "منزل" کی طرف کرنا زیادہ بہتر ہے۔ اسکی "5" وجوہات ہیں۔ جو درج ذیل ہیں:-

پہلی وجہ:-

اللہ تعالیٰ کے فرمان "فأتوا بسورۃ مثلہ" اور تمام تحدی والی آیتوں کے مطابق ہو یعنی:: ان

Scanned by CamScanner

Date 02-02-19

آیات میں "مثلہ" ظرف لغو واقع ہو رہا ہے۔ اور یہ اصول ہے کہ آیت آیت کی تفسیر کرتی ہے۔

دوسری وجہ:-

کلام "منزل" میں ہے۔ کہ قرآن پاک کی مثل لاؤ۔ نہ کہ "منزل علیہ" کی مثل لاؤ۔ تو زیادہ بہتر یہ ہے کہ مرجع بھی "منزل" کریں تا کہ ترتیب اور نظم آپس میں مناسبت ہو جائے۔

تیسری وجہ:-

خطاب جمع غفیر سے ہے کہ قرآن پاک کی مثل لاؤ۔ جو سرکار علیہ السلام کو دیا گیا۔ اُس سرکار علیہ السلام کو دیا گیا جو تمہاری ہی جنسوں میں سے ہیں۔

تو تحدی میں زیادہ بلیغ یہ ہے کہ کہا جائے کہ "منزل" کی مثل لاؤ۔ سرکار علیہ السلام کے علاوہ کوئی دوسرا:-

چوتھی وجہ:-

قرآن پاک بذات بھی معجزہ ہے۔ سرکار علیہ السلام کی طرف نسبت کیے بغیر بھی:-

دلیل:-

قولہ تعالیٰ:- قل لئن اجتمعت الانس و الجن علی أن یأتوا بمثل ھذا القرآن لا یأتون بمثلہ:- "سورۃ الاسراء 88"

پانچویں وجہ:-

اگر "مثلہ" کی ضمیر کا مرجع "منزل علیہ" کی طرف کرتے تو یہ وہم پیدا ہوتا کہ قرآن پاک کے لانے کا امکان ہوتا اُس شخص سے جو سرکار علیہ السلام کی صفت پر نہ ہو:-

چھٹی وجہ:-

اگر "مثلہ" کی ضمیر کا مرجع "منزل علیہ" کی طرف کرتے تو اللہ تعالیٰ کے فرمان "وادعوا شھداءکم من دون اللہ" کے مناسب نہ ہوتا:-

وجہ:-

تم اپنے گواہوں کو بلاؤ تو مطلب یہ ہوگا جو "اُمی" ہوں۔ اُن کو بلاؤ۔ تو اس سے "غیر اُمی" استخیا اس نکل

Date 02-02-19

جا رہے گئے۔ حالانکہ خطاب تو سب کو ہے۔ اس بناء پر "مثلہ" کی ضمیر کا مرجع "منزل" کی طرف کریں گے۔

س 132 "شہداء" کے معنی اور اسکی اقسام بیان کریں؟

ج معنی:-

"شہداء" شہید کی جمع ہے۔

جسکے معنی "حاضر ہونا" ہے۔

اور "حاضر" اور "قائم بالشہادۃ" اور "ناظر" اور "امام" کو بھی شہید کہا جاتا ہے۔

ان کو شہید کہنے کی وجہ:-

اسلئے کہ مذکورہ "4" اشخاص حاضر ہوتے ہیں۔ اور "شہید" کی اصل وضع بھی حاضر ہونے کیلئے ہے اس بناء پر ان اشخاص کو "شہید" کہا جاتا ہے۔

امام کو شہید کہنے کی وجہ:-

اسلئے کہ مجلس میں امام کی موجودگی میں احکامات نافذ کیے جاتے ہیں۔ اس بناء پر امام کو "شہید" کہا جاتا ہے۔

شہید کی اقسام:-

شہید
- شہید بالذات
- شہید بالتصور / یا بالعلم

شہید بالتصور کی وجہ سے اس شخص کو شہید کہا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارا جائے۔

وجہ:-

اسلئے کہ اس شخص کے پاس وہ چیزیں حاضر ہو جاتی ہیں جن کی اس نے امید کی ہوئی ہوتی ہیں۔ یا اس کے پاس فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔

دائمی نعمتوں کی حاضری اور فرشتوں کی حاضری کی وجہ سے اس شخص کو "شہید" کہا جاتا ہے۔

س 133 "دون" کی تحقیق بیان کریں؟

ج "دون" کے معنی کی "3" صورتیں ہیں:-

Scanned by CamScanner

Date 02.02.19

پہلی صورت :-

"دون" قریبی مکان کیلئے آتا ہے۔

منہ :-

اور اسی سے "تدوین الکتب" ہے۔
اسلئے کہ "مدون" سے بعض بعض کے قریب ہوتا ہے

دوسری صورت :-

"دون" کو مجازی طور پر "مرتبے" کیلئے
استعمال کیا گیا :-

جیسے :- زید دون عمرو :- یعنی :- زید کا مرتبہ عمر
سے کم ہے۔

مشتق منہ :-

"الشئ الدون" حقیر چیز :-

تیسری صورت :-

"دون" بعض اُس حد میں استعمال ہوتا ہے
جو "حد" دوسری "حد" سے تجاوز کرے۔ اور ایک حکم دوسرے
حکم کیطرف بلٹے :-

جیسے :- قولہ تعالیٰ :- لا یتخذ المؤمنون الکفرین اولیاء
من دون المؤمنین :- "سورۃ آل عمران 28"

مطلب :-

تم مؤمنین کی دوستی سے تجاوز کر کے کافروں کی
دوستی کی طرف نہ جاؤ :-

دوسری دلیل :-

قال أمیۃ :- یا نفس مالک دون اللہ من واق

یعنی :- اے نفس جب تو اللہ تعالیٰ کی پناہ گاہ سے تجاوز
کر جائے تو تیرے لیے اللہ کی پناہ گاہ کے علاوہ کوئی پناہ گاہ
نہیں ہے۔

س 134 "من دون اللہ" میں "مِن" حرف جر کا تعلق کس سے ہوگا؟

ج "مِن" حرف جر کے متعلق ہونے میں "2" اقوال ملتے ہیں

پہلا قول :-

"مِن" کو "ادعوا" کے متعلق کر دیں گے۔

پہلا ترجمہ :-

تم اُن کو بلاؤ معارضے کیلئے جو تمہاری مدد کریں

Scanned by CamScanner

Date 02-02-19

یا جن سے تم نے مدد کی امید کی ہوئی ہے۔ انسانوں میں سے ہوں یا جنات میں سے اور تمہارے معبود باطلہ ہوں۔ کوئی بھی قرآن پاک کی مثل لانے پر قادر نہیں ہے۔ سوائے ذات باری تعالیٰ کے۔

دوسرا ترجمہ :-

تم بلاؤ اللہ کے سواء گواہوں کو جو وہ گواہی دیں اس بات پر جو تم نے لایا یہ قرآن کریم کی مثل ہے۔ اور تم اللہ کو گواہ نہ بناؤ کیونکہ یہ اس شخص کی عادت میں سے ہے جو حیران و پریشان ہو اور حجت قائم کرنے سے عاجز آیا ہو :-

دوسرا قول :-

"من" کا تعلق "شہداء" کے ساتھ ہو کر دیں گے۔

پہلا ترجمہ :-

تم بلاؤ انکو جنکو تم نے اللہ کے سوائے دوست یا معبود بنایا ہے۔ اور تمہارا گمان ہے کہ وہ گواہی دیں گے قیامت کے دن اس بات پر جو تم نے لایا ہے وہ قرآن پاک کی مثل ہے۔

دوسرا قول :-

وہ گواہ اللہ جل جلالہ کے مدمقابل گواہی دیں گے۔ تمہارے زعم فاسد کے مطابق :-

اعشی کا قول :-

تریك القذی من دونها وھی دونه

شیشہ تمہیں کنکری دکھاتا ہے جو شیشے کے سامنے ہے اور وہ کنکری سے آگے ہے۔

س 133 اللہ کے سواء سب کو بلاؤ تو اس میں جمادات چیزیں بھی شامل ہو گئیں حالانکہ وہ گواہی دینے کے قابل تو نہیں پھر اس سے کیا مراد ہے؟

ج اگرچہ جمادات چیزوں میں نطق کی قوت نہیں ہے۔ لیکن کفار کو "رلانا" اور "تحدی" کرنا مقصود تھا :-

قیل :-

من دون اللہ سے مراد :- اللہ کے اولیاء کو بلاؤ عرب کے

Date 03.02-19

بڑے بڑے فصحاء اور مجلس کے عزت دار لوگوں کو جو یہ گواہی دیں کہ جو تم نے لایا وہ قرآن پاک کی مثل ہے۔ کیونکہ ایک سمجھدار شخص اُس بات کی گواہی نہ دے گا۔ جبکہ فساد ظاہر ہوا اور جبکہ مرتد ہونا ظاہر ہوا:-

"ان کنتم صادقین"

س 136 "ان کنتم صادقین" اس آیت کی تحقیق بیان کریں؟

ج اگر تم سچے ہو کہ قرآن پاک بشر کا کلام ہے تو تم اسکی مثل لے کر آؤ:-

ان کنتم:-

"ان کنتم صادقین" شرط ہے۔ اور اسکی جزاء محذوف ہے۔ جس کے محذوف پر اس سے پہلی والی آیت "فأتوا بسورة" دلالت کر رہی ہے!-

س 137 "صادقین" کے لفظ کی تحقیق فرمائیے؟

ج "صادقین" "صدق" کی جمع ہے۔ اور "صدق الخبر" میں اختلاف ہے۔ وہ اختلاف درج ذیل ہے۔

عند الجمہور:-

صدق الخبر وہ ہے جو واقع کے مطابق ہو۔

عند الجاحظ:-

صدق الخبر وہ ہے جو واقع کے مطابق ہو اور مخبر کا اعتقاد بھی ہو کہ وہ خبر واقع میں بھی اسطرح ہے۔

اب اعتقاد "2" طرح سے حاصل ہوگا:-

1- دلالت یقینیہ سے:-

2- دلالت ظنیہ سے:-

دلیل:-

اللہ تعالیٰ نے منافقین کو "انک لرسول اللہ" میں جھٹلایا۔ کیونکہ منافقین کا یہ اعتقاد نہیں تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حالانکہ واقع تو یہ تھا کہ آپ واقعی میں اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

منافقین کا اعتقاد بھی نہیں تھا۔

Scanned by CamScanner

Date 04-02-19

جاحظ کا رد:-

منافقین "انک لرسول اللہ" میں جھوٹے نہیں ہیں۔ بلکہ "نشہد" میں جھوٹے ہیں۔ کیونکہ "شہادۃ" صمیم قلب سے ہوتی ہے۔ اور ایسی خبر ہوتی ہے جسکو وہ جانتا ہے لیکن منافقین کو تو علم بھی نہیں تھا۔ علم نہ ہونے کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے منافقین کو جھٹلایا:-

"فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس والحجارۃ"

س[138] آیت کریمہ کا ماقبل والی آیت سے تعلق تحریر کریں؟

ج جب اللہ تعالیٰ نے کفار کیلئے اُس چیز کو بیان فرمادیا جسکے ذریعے کفار سرکار علیہ السلام کے کلام کو پہچان سکے اور اُس چیز کو پہچان سکے جو سرکار علیہ السلام نے لائی۔ پھر اسکے بعد اللہ تعالیٰ نے کفار کیلئے حق کو باطل سے ممتاز کر دیا۔

اسکے بعد اُس چیز کو بیان فرمایا جو ماقبل کا نتیجہ ہے۔ نتیجہ کیا ہے؟ نتیجہ یہ ہے کہ جب تم قرآن کریم کے معارضے میں کوشش کر چکے اور اسکے بعد تم سب کے سب قرآن پاک کی مثل لانے سے عاجز آ گئے نہ قرآن پاک کی مثل لا سکے اور نہ ہی اس سے کم چیز کو لا سکے۔

تو عاجز ہونا ظاہر ہو گیا۔ جب لانے سے عاجز آ گئے تو قرآن پاک کی تصدیق لازم ہو گی۔ کہ تم ایمان لاؤ اور تم اپنے آپ کو اُس عذاب سے بچاؤ جو اُس شخص کیلئے تیار کیا گیا ہے جو قرآن پاک کو جھٹلائے۔

س[139] شرط جزاء کیلئے سبب یا ملزوم بنتی ہے لیکن مذکورہ آیت کریمہ میں "عدم اتیان" یہ "اتقاء آگ" کیلئے نہ سبب ہے اور نہ ہی ملزوم بن رہا ہے پھر کیسے شرط جزاء کیلئے واقع ہوئی ہے؟

ج لازم بول کر ملزوم مراد لیا ہے۔ لازم: آگ سے بچنا:-
ملزوم: ایمان لانا:-

اللہ تبارک وتعالیٰ نے "جزاء کے لازم" کو "جزاء کی منزلت" میں اتارا ہے۔ یعنی: "فامنوا" کی جگہ پر "فاتقوا" ذکر فرمایا ہے۔ "علی سبیل الکنایہ" کے طور پر: "3" وجوہات کی بناء پر:-

Scanned by CamScanner

Date 05-02-19

پہلی وجہ:-
ممکن عنہ کو بحث کرنے کیلئے!۔

دوسری وجہ:-
کفار کے بغض وعناد کو ہولناک بیان کرنے کیلئے:۔

تیسری وجہ:-
وعید کو صراحت بیان کرتے ہوئے اختصار لیا ہو:۔

یعنی:-
"فاتقوا النار" اس سے پہلے شرط محذوف ہے۔
"اگر تم سمجھے، کیونکہ کلام یہ بشر کا ہے تو اس کی مثل لاؤ" یہ محذوف ہے۔

س 140 "ان" اور "اذا" دونوں شرط کیلئے آتے ہیں فرق یہ ہے کہ "ان" شک کیلئے آتا ہے اور "اذا" یقین کیلئے آتا ہے تو "ان" کی جگہ پر "اذا" آنا چاہیے تھا اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کو کفار کے عاجز ہونے سے شک تو نہیں تھا اسی بناء پر اللہ تعالیٰ نے کفار کے قرآن کی مثل لانے کی نفی کر دی جملہ معترضہ کے ذریعے جو شرط اور جزاء کے مابین "ولن تفعلوا" ہے۔

ج پہلا جواب:-
کفار کیساتھ تکلم فرمایا:۔

دوسرا جواب:-
اللہ تعالیٰ کو شک نہیں تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کفار کے گمان کے مطابق کلام فرمایا۔ اسلئے کہ کفار کا ذہن یہ ہوتا تھا کہ غور وفکر سے پہلے عاجز آنا اس چیز سے یہ کفار کے نزدیک متحقق نہیں ہوتا ہے۔ اس بناء پر "ان" کے ساتھ کلام فرمایا:۔

س 141 "تفعلوا" "لم" کی وجہ سے مجزوم ہے یا "ان" کی وجہ سے مجزوم ہے؟ وضاحت کے ساتھ تحریر کریں:۔

ج مدعی۔ مستدل بہ:-
"تفعلوا" "لم" کی وجہ سے مجزوم ہے:۔

پہلا جواب:-
"لم" کا عمل واجب ہوتا ہے اور "ان" کا عمل واجب نہیں ہوتا ہے۔ یعنی:- "مضارع پر داخل ہوتا ہے۔ اور "ان" بسا اوقات ماضی پر داخل ہوتا ہے۔ اس وقت عامل نہیں ہوگا۔

Scanned by CamScanner

Date 10-02-19

دوسرا جواب :-

"لم" ہمیشہ مضارع پر داخل ہوگا۔ لیکن "إن" مضارع پر بھی داخل ہوتا ہے۔ اور ماضی پر بھی داخل ہوتا ہے۔

تیسری جواب :-

"لم" یہ ایسا عامل ہے جو معمول کے ساتھ متصل ہوتا ہے۔ اور "إن" کا معمول کے ساتھ متصل ہونا ضروری نہیں ہے۔ بسا اوقات "إن" عامل اور معمول کے درمیان فاصلہ ہوتا ہے :-

جیسے :- وإن احد من المشركين استجارك فاجره "توبہ" "6"

دوسرا استدلال :-

"لم" "تفعلوا" پر داخل ہو کر مضارع کو ماضی کر دیا۔ گویا کہ "لم تفعلوا" یہ ایک جزء بن گیا۔ پھر حرف شرط "إن" اس پورے مجموعے "لم تفعلوا" پر داخل ہوا۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے

"فإن تركتم" ارشاد فرمایا :-

س 143 "لن تفعلوا" میں "حرف لن" کی تحقیق بیان فرمائیے؟

"لن" اور "لا" میں فرق :-

"لن" اور "لا" دونوں مستقبل کی نفی کیلئے آتے ہیں۔ ان کے مابین فرق یہ ہے کہ "لا" مستقبل کی نفی میں مطلق ہوتا ہے۔ اور "لن" میں مستقبل کی نفی میں تاکید ہوتی ہے۔

عند الخلیل و سیبویہ :-

"لن" اسکی یہی اصل ہے۔ غیر معلل ہے۔

امام خلیل کی دوسری روایت :-

"لن" کی اصل "لا إن" ہے۔ پھر تخفیف کی وجہ سے "ہمزہ" کو حذف کیا۔ پھر "الف اور نون" دونوں ساکن اجتماع ساکنین کی بناء پر "الف" کو حذف کیا۔ تو "لن" ہو گیا۔

عند الفراء :-

"لن" کی اصل "لا" ہے۔ الف کو نون سے بدلا تو "لن" ہو گیا :-

Scanned by CamScanner

Date 10-02-19

س 146 "وقود" اسم ہے یا مصدر؟ وضاحت تحریر کریں؟

معنیٰ:-

"وَقود" فتحہ کے ساتھ ہے۔ اور اس صورت میں اسم ہوگا۔ معنیٰ یہ ہے۔ "جسکے ساتھ آگ کو بھڑکایا گیا ہو"

امام سیبویہ:-

"وُقود" ضمہ کے ساتھ ہے۔ اور مصدر ہے اور بسا اوقات "وَقود" فتحہ کے ساتھ آتا ہے۔ اور مصدر ہوتا ہے۔ اور کبھی ضمہ کے ساتھ ہوتا ہے لیکن اسم ہوتا ہے:-

دلیل:-

وقدت النار وَقوداً عالیا:-

آگ بھڑکی بلند بھڑکنے کی طرح:-

مذکورہ مثال میں "وَقود" فتحہ کے ساتھ ہے۔ لیکن ہے مصدر:-

اور ظاہر یہ ہے کہ "وَقود" سے مراد اسم لیا جائے۔ اگر مصدر مراد لیا تو مضاف محذوف ماننا پڑے گا:-

تو عبارت اس طرح ہوگی کہ:- وقودھا احتراق الناس والحجارۃ:-

س 147 "حجارہ" سے کیا مراد ہے؟ اور یہ کس کی جمع ہے؟

ج حجارۃ:-

حجارہ "حجر" کی جمع ہے۔

جیسے:- جمالۃ "جمل" کی جمع ہے۔

اور یہ قلیل اور خلاف قیاس ہے:-

حجارۃ سے مراد:-

حجارہ سے کیا مراد ہے۔ اس میں "3" اقوال ہیں:- جو درج ذیل ہیں:-

پہلا قول:-

حجارہ سے وہ بُت مراد ہیں۔ جنکو کفار تراشتے ہیں۔ اور انکو اپنے ساتھ ملا دیتے ہیں۔ اور ان کی عبادت اسلیئے کرتے ہیں کہ یہ بُت عنداللہ ہماری شفاعت کریں گے اور ہمیں نفع دیں گے۔ اور انکا عنداللہ مقام و مرتبہ ہے۔ اس مقام و مرتبہ کی وجہ سے یہ بُت ہم سے نقصان کو دُور کریں گے:-

Scanned by CamScanner

دلیل:-

قولہ تعالیٰ:- إنکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم:- "سورۃ الانبیاء: 98"

دوسرا قول:-

حجارہ سے مراد وہ سونا اور چاندی ہے۔ جنکو جمع کرتے تھے۔ اور اس پر یہ غرور کرتے تھے:-

اس قول کا رد:-

سونا اور چاندی مراد لینا درست نہیں۔ اسلئے کہ اسطرح کا عذاب صرف کفار کو نہیں ہوگا بلکہ ان کے ساتھ ساتھ ان مسلمانوں کو بھی ہوگا جو ان کو جمع کرتا ہو اور اس پر تکبر کرتا ہو۔ حالانکہ یہ عذاب تو کفار کے ساتھ خاص ہے۔

دلیل:-

اعدت للکفرین:-

↓

لام تخصیص کا ہے۔ جو کفار کے ساتھ خاص ہے۔

تیسرا قول:-

حجارہ سے مراد "کبریت" "گندھک" کا پتھر مراد ہے۔

اس قول کا رد:-

اگر حجارہ سے مراد کبریت کے پتھر مراد لے تو یہ تخصیص بغیر دلیل کے ہوگی۔ اور جو مقصود ہے وہ باطل ہوگا۔ کیونکہ آگ سے مقصود:

جہنم کی آگ کی ہولناکی کو بیان کرنا اور اسکے شعلوں کی بلندی کو بیان کرنا ہے۔ جو کہ "کبریت" کے پتھر مراد لینے میں حاصل نہیں ہوتی کیونکہ کبریت سے ہر وہ آگ بھڑکتی ہے۔ اگرچہ وہ کمزور کیوں نہ ہو۔

اگر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما "ھی حجارۃ الکبریت" سے "گندھک" والا پتھر مراد ہو۔ تو ہو سکتا ہے یہ مراد لی ہو کہ اسکے ذریعے جہنم کی آگ کو بھڑکایا جائے گا۔ جسطرح دیگر آگوں کیلئے ہوتا ہے۔

تنبیہ:- آگ کے پتھروں کو "کبریت" کے پتھر سے تشبیہ دی گئی ہے۔ حرف تشبیہ حذف ہے۔ جو کہ بلیغ تشبیہ ہے۔

Date 10-02-19

س 148 لوگوں کو پتھروں سے کیوں ملایا؟

ج پہلی وجہ:-

پتھروں کو اس لیے عذاب دیا جائے گا کہ یہ بت منشا جرم، ابتداء جرم تھے۔ ان کی بناء پر کفار نے انکو تراشا پھر ان کی عبادت کی۔ اگر یہی نہ ہوتے تو کفار ان کی عبادت بھی نہیں کرتے:-

دوسری وجہ:-

کفار ان بتوں سے یہ امید رکھتے تھے کہ یہ عند اللہ شفیع ہونگے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے امید کے خلاف کردیا کہ ان بتوں کو بھی کفار سے عذاب دیا:-

اسلئے کہ ان کی حسرت زیادہ ہو کیونکہ جو بندہ جس سے امید رکھتا ہے اگر وہی اُسکے خلاف کردے تو اُسکو حسرت زیادہ ہوتی ہے۔

س 149 "النار" معرفہ ہے۔ اور معرفہ اُسوقت لانا درست ہوتا ہے جب پہلے نکرہ ذکر ہو اور وہ بات معلوم بھی ہو تو اب معرفہ لانا درست ہوتا ہے؟ سوال یہ ہے کہ "النار" اس سے پہلے "نکرہ" کونسا ذکر ہے؟

ج سورۃ البقرہ کی آیت "فاتقوا النار التی وقودھا الناس" سے پہلے "سورۃ التحریم" میں "نار" نکرہ ذکر ہے۔ اور اس سے کفار نے جان لیا کہ اس سے وہ آگ مراد ہے جسکا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

قولہ تعالیٰ:- نار وقودھا الناس والحجارۃ "تحریم 6"

اب "النار" معرفہ لانا درست ہے۔ کیونکہ پہلے معلوم ہوگیا کہ آگ سے مراد کونسی آگ ہے۔

"أعدت للکفرین"

س 150 "أعدت للکفرین" ترکیب کلام میں کیا واقع ہوئی ہے؟

ج پہلا قول:-

"أعدت للکفرین"

جملہ مستانفہ ہے۔

Scanned by CamScanner

Date 11-02-19

دوسرا قول :-
"أعدت للكفرين" حال بنائے گئے۔ اور یہ اصول
ہے کہ اگر حال ماضی بن رہا ہو تو اس ماضی سے پہلے "قد و قد"
یا فقط "قد" ہو۔ چاہے ظاہر ہو یا پوشیدہ ہو۔
تو اس اصول
کے مد نظر رکھتے ہوئے "أعدت" سے پہلے "قد" پوشیدہ
مانے گئے ہیں۔ اب "حال" 2 اعتبار سے واقع ہوگا۔
پہلا اعتبار :-
"النار" ذوالحال اور "أعدت للكفرين" حال ہوگا:-
فاتقوا النار التي وقودها الناس والحجارة أعدت للكفرين

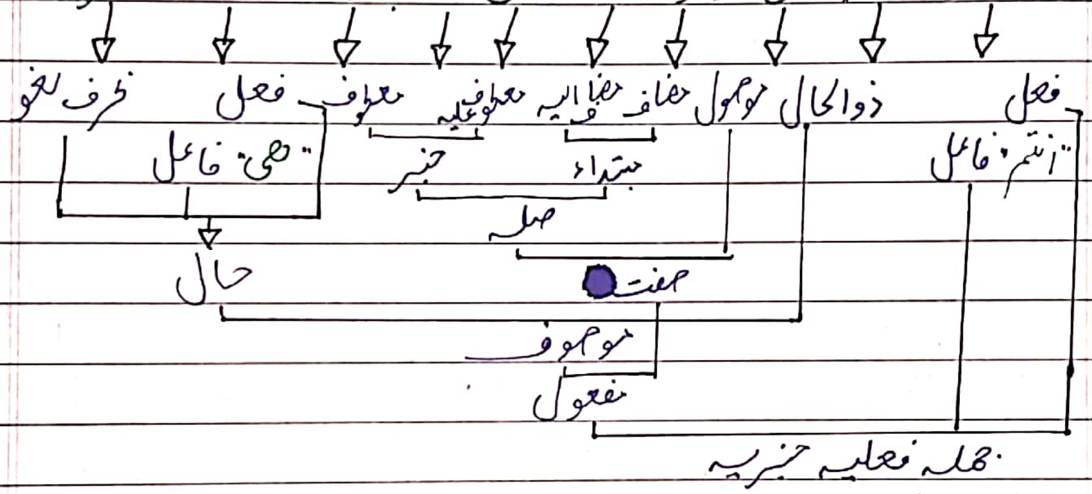

دوسرا اعتبار :-
"وقودها" میں "ها" ضمیر ذوالحال اور "أعدت"
حال بنے گا:- اس ترکیب میں ضعیف ہے:-

س "وان كنتم في ريب ..." اور "فان لم تفعلوا ...." ان دونوں
آیتوں کے فوائد تحریر کریں؟
ج دونوں آیتیں سرکار علیہ السلام کی نبوت پر دلالت کر رہی ہیں۔
چند وجوہات کی بناء پر:-
پہلی وجہ:-
دونوں آیتوں میں چیلنج اور ان کو معارضے پر کوشش
کرنے پر ابھارا جا رہا ہے۔ ڈانٹ ڈپٹ اور دھمکی کے
ذریعے۔ فأتوا بسورة من مثله ان كنتم صادقين۔
اور ان کی وعید کو قرآن پاک کی سورتوں میں سے چھوٹی
سورت نہ لانے پر:- فان لم تفعلوا ولن تفعلوا فاتقوا النار
حالانکہ کفار کثیر بھی تھے اور فصاحت و بلاغت میں مشہور

Scanned by CamScanner

Date 11-02-19

بھی تھے۔ پھر بھی سورت لانے سے عاجز آ گئے۔ جب معارضہ کرنے سے عاجز آ گئے تو سرکار علیہ السلام کو جلا وطن کرنے پر مجبور ہو گئے۔ کہ سرکار علیہ السلام کو یہاں سے نکالا جائے۔

دوسری وجہ:

دونوں آیتوں میں غیب کی خبریں متضمن ہیں۔ اور نفس الامر میں بھی اسی طرح واقع ہیں۔

تیسری وجہ:

اگر سرکار علیہ السلام کو اپنے کلام میں تردد ہوتا تو سرکار علیہ السلام کفار کے ساتھ اتنے مبالغے کے ساتھ معارضہ لانے پر راضی نہیں ہوتے اس بات کا خوف کرتے ہوئے کہ ہو سکتا ہے کہ کفار اس کی مثل لائیں اور میری حجت باطل ہو جائے:

لیکن سرکار علیہ السلام نے کفار سے کسی طرح کا کلام میں تردد و شک کیے بغیر کلام فرمایا اور مقابلہ کیا۔

س 158 کفار سے مقابلہ کیا گیا اور کفار اس مقابلے سے عاجز آ گئے تو یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایک قرآن کی مثل لایا ہو اور آپ کو معلوم نہ ہو؟

ج ہر زمانے میں قرآن پاک پر اعتراض کرنے والے زیادہ تھے بنسبت قرآن پاک کی طرف سے دفعیہ کرنے والوں کے۔

اگر کوئی ایک بھی مثل لاتا تو لوگ اسکو ظاہر کرتے۔ حالانکہ ایسا تھا بھی نہیں۔

س 159 بعض لوگوں کا یہ گمان ہے کہ جہنم اب تک پیدا نہیں ہوئی ہے؟

ج "اعدت" فعل ماضی کا صیغہ ہے۔ یہاں سے اُن لوگوں کا دفعیہ کیا جا رہا ہے۔ اور جہنم کے مخلوق کے منکر ہیں۔ جہنم کو پیدا کیا گیا ہے۔ کیونکہ "اعدت" ماضی کا صیغہ ہے۔ اور ماضی گزرے ہوئے زمانے کے ثبوت پر دلالت کرتی ہے۔

تو اس وجہ سے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے۔

Scanned by CamScanner

"وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لھم جنت"

س 160 مذکورہ آیت کریمہ کا تعلق تحریر کریں؟

ج پہلی توجیہ:-

"ان کنتم فی ریب ..... أعدت للکفرین"

اس پوری آیت کے مجموعے پر ہے۔ مجموعے کا عطف مجموعے پر یا قصہ کا عطف قصہ پر یا ایک گروہ کا عطف دوسرے گروہ پر ہے۔

ان کنتم .... للکفرین:- یہاں سے کفار کا ذکر ہے۔ اور ان کے انکار کرنے کا عذاب بیان ہو رہا ہے۔ اور جو کفار نے قرآن پاک کا انکار کیا ہے اس کا انجام اسکی سزا کا بیان ہے۔

وبشر الذین .... خالدون:- یہاں سے دوسرے گروہ مسلمان کا بیان ہے۔ ان کیلئے خوشخبریاں کا بیان ہے۔ ثواب کا بیان ہے۔

مجموعے کا مجموعے پر عطف ہے۔ نحوی عطف مراد نہیں ہے۔ کہ جملہ خبریہ کا عطف جملہ خبریہ پر انشائیہ کا جملہ انشائیہ پر۔ یہ مراد نہیں ہے۔

اسلئے:-

کہ اگر نحوی عطف مراد لیتے تو معطوف علیہ کیلئے وہ معطوف بناتے جو معطوف علیہ کے ہم شکل ہو۔ یعنی:- اگر معطوف علیہ امر ہے تو معطوف بھی امر اگر معطوف علیہ نہی ہے تو معطوف بھی نہی ہو۔ پھر عطف درست ہوتا۔

حالانکہ معطوف علیہ

"ان کنتم" جملہ شرطیہ اور معطوف "وبشر" امر ہے۔

اعتراض:-

پہلے ڈرایا گیا پھر خوشخبری سنائی جا رہی ہے؟ ایسا کیوں؟

جواب:-

اسلئے کہ عادت الہی ہے کہ اللہ تعالی پہلے بندوں کو ڈراتا ہے پھر خوشخبری سناتا ہے۔

پہلی وجہ:-

مخاطبین کو چستی دلانے کیلئے اس چیز کے حاصل کرنے پر جسکو حاصل کریں تو نجات پا جائے۔

Scanned by CamScanner

Date 11-02-19

دوسری وجہ:-

مخاطبین کو چستی دلانے کیلئے اُس کام کے رونے پر جبکو کریں گے تو ہلاک ہوں گے۔

دوسری توجیہ:-

"وبشر الذین" کا "فاتقوا" پر عطف ہے۔

وجہ:-

اسلئے کہ جب کفار قرآن پاک کی مثل لانے سے قاصر ہوگئے تو قرآن پاک کا عاجز ہونا ظاہر ہوگیا۔ جب قرآن پاک کا معجز ہونا ظاہر ہوا۔ تو جو قرآن پاک کے منکر ہوئے یہ سزا کے مستحق ہوئے اور جو قرآن پاک پر ایمان لائے وہ ثواب کے مستحق ہوئے۔

اعتراض:-

جو ثواب کے مستحق ہیں ان لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ خوشخبری سناتا جیسے اللہ تعالیٰ نے کفار کو ڈرایا تھا لیکن ایسا نہیں کہ ثواب کے مستحقین کو اللہ تعالیٰ خوشخبری نہیں سنا رہا بلکہ سرکار علیہ السلام کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ سنائیے یا ہر زمانے کے عالم کو حکم دیا جا رہا ہے کہ آپ سنائیے، ایسا کیوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا؟

جواب:-

اس میں "2" فائدے ہیں:-

پہلا فائدہ:-

مؤمنین کے معاملے کو بڑا پن ظاہر کرنے کیلئے:-

دوسرا فائدہ:-

اس بات پر خبر دینا مقصود تھا کہ مؤمنین اس بات کے زیادہ حقدار ہیں کہ ان کو خوشخبری دی جائے اور ان کو مبارک باد دی جائے جو ان کیلئے جنت میں تیار کیا گیا ہے۔

دوسری قراءت:-

دوسری قراءت میں "بَشِّرْ" کو "بُشِّرَ" فعل مجہول پڑھا گیا ہے اس صورت میں "اُعِدَّتْ" پر "بُشِّرَ" کا عطف ہوگا۔ اور ایسی صورت میں جملہ مستانفہ واقع ہوگا۔

Scanned by CamScanner

Date 12-02-19

س 161: "بشارۃ" کے معانی تحریر کریں؟

ج: معنی:-

"بشر" یہ بشارت سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں خوشخبری۔ اور خوشخبری کو بشارت اسلئے کہتے ہیں کہ وہ "بشرۃ" سے بنا ہے۔ جس کے معنی ہیں ظاہری کھال۔ چونکہ اچھی خبر کا اثر چہرے پر ظاہر ہوتا ہے۔

قال الفقہاء:-

اس معنی کو مد نظر رکھتے ہوئے فقہاء کرام فرماتے ہیں "بشارت" پہلی خبر ہے۔

جیسے:- کسی آقا نے غلاموں کو کہا جس نے مجھے میرے بیٹے کے آنے کی خوشخبری دی وہ آزاد ہے۔ غلاموں نے یکے بعد دیگر آقا کو بیٹے کی خوشخبری سنائی تو ان غلاموں میں سے جس نے پہلے خوشخبری دی وہ آزاد ہوگا۔ اسلئے کہ بشارت کا اثر تو پہلے والے غلام سے حاصل ہوا۔

ہاں اگر آقا نے کہا مجھے میرے بیٹے کے آنے کی خبر دو تو اس صورت میں سب غلام آزاد ہوں گے۔ اسلئے کہ یہاں پر خبر کا ذکر ہے۔ نہ کہ بشارت کا۔

س 162: بشارت کے معنی خوشخبری کے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "فبشرھم بعذاب الیم" یہاں پر کیسے خوشخبری کے معنی ہیں وضاحت فرمائیے؟

ج: پہلی توجیہ:-

اللہ تعالیٰ نے کفار سے تھکم فرمایا کہ آپ انکو دردناک عذاب سے ڈراؤ۔ بشارت سے مجازی معنی مراد ہیں نہ کہ حقیقی معنی۔

دوسری توجیہ:-

بشارت کی "2" اقسام ہیں:-

1- بشارت متعارف ← جو خوشی کے معنی میں ہو۔

2- بشارت غیر متعارف ← جو تکلیف کے معنی میں ہو۔

اور آیت کریمہ میں بشارت سے "بشارت غیر متعارف"

Date 12-02-19

مراد ہے۔ نہ کہ متعارف :-

دلیل :-

تحیۃ بینھم ضرب وجیع

ترجمہ :- ان کی آپس کی ملاقات تکلیف دہ ہے

موضوع استشہاد :-

"تحیۃ" کے "2" معانی ہیں۔

1۔ تحیہ متعارف ۔ ۲۔ تحیۃ غیر متعارف

جو تعظیم کیلئے ہو۔ جو تکلیف کیلئے ہو۔

شاعر نے بھی "تحیۃ" سے "تحیۃ غیر متعارف" مراد لیا ہے نہ کہ "تحیۃ" متعارف :-

س 163 "صالحات" کی تحقیق بیان کریں؟

ج "صالحات" "صالحۃ" کی جمع ہے۔ اور "صالحات" صفات غالبہ میں سے ہے۔ یعنی "صالحۃ" اصل صفت کیلئے تھا۔ لیکن اسم کا غلبہ ہوگا۔ جسکی وجہ سے اسم میں استعمال ہونے لگا۔ جب اسم میں استعمال ہونے لگا تو "اسم" اکیلا آتا ہے۔ تو لہذا "صالحۃ" بھی بغیر موصوف کے آ سکتا ہے۔ اور آتا بھی ہے۔

جیسے :- حسنۃ و فاتحہ :-

دلیل :-

قال الحطیئۃ :- کیف الھجاء وما تنفک صالحۃ

ترجمہ :- کیسے برائی ہو کہ اس حال میں کہ نیکی جاری ہوتی ہے

من آل لام بظھر الغیب تاتینی :-

ترجمہ :- بنو آل لام کی طرف سے میری غیر موجودگی میں۔

موضع الاستشہاد :-

مذکورہ "شعر" میں "صالحۃ" اسم کے طور پر استعمال ہوا ہے۔

"صالحات" مؤنث ذکر کرنے کی وجہ :-

"صالحات" "خصلۃ" کی تاویل میں ہے اور "مؤول بہ" مؤنث ہے۔ تو اسکی مناسبت سے "صالحات" کو مؤنث ذکر کیا۔ تاکہ "مؤول" اور "مؤول بہ" کے درمیان مناسبت ہو۔

Scanned by CamScanner

"صالحات کے معنی":-
"صالح" اُن اعمال کو کہتے ہیں
جنکو شریعت مطہرہ نے جائز اور اچھا قرار دیا ہو۔
یہ اعمال مراد ہیں:
"صالحات" الف لام:-
"الصالحات" پر جو الف لام ہے۔ وہ
جنس کا ہے:-

س 164 "عمل کا ایمان پر عطف کرنے کی وجہ تحریر فرمائیے؟
ج اللہ تعالیٰ نے "خوشخبری والے حکم کو" ایمان اور عمل" پر مرتب فرمایا۔ یعنی:- بندہ اُسوقت اس خوشخبری کا مستحق ہوگا جب ان دونوں کو "ایمان و عمل" کو جمع کرے:-
وجہ:-
ایمان صرف "تصدیق بالقلب" کا نام ہے۔
اور صالح اعمال تو بنیاد کیلئے عمارت کی طرح ہیں۔ جس بنیاد پر عمارت نہ ہو اُس بنیاد میں کوئی بندہ رہائش اختیار نہیں کرسکتا۔ اُس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا:- اسی طرح صرف ایمان لانا کافی نہیں ہوگا:-

عطف کا فائدہ:-
اعمال کا ایمان پر عطف فرمایا تو اس بات سے اس بات کا فائدہ ہوا کہ اعمال "نفس ایمان" سے خارج ہیں۔ ایمان میں داخل نہیں ہیں۔ اسلئے کہ عطف "متغایرت" تقاضا کرتا ہے۔ ایک چیز کا اُس چیز پر عطف کرنا جائز نہیں ہوتا اور نہ اُس چیز پر عطف درست ہوتا ہے جس معطوف علیہ میں معطوف کے معنی پائے جائے:-

س 165 "أن لهم" ترکیب کلام میں کیا واقع ہو رہا ہے؟
ج پہلی ترکیب:-
"أن لهم" "فبشر" کا مفعول واقع ہو رہا ہے جو کہ منصوب ہے۔ اصل میں "فبشرهم بأن لهم" تھا۔ "باء" حرف جر کو حذف کرکے
"نسیا منسیا" کر دیا۔

Scanned by CamScanner

Date 12.02.19

دوسری ترکیب:-

"أن نعمم" لفظاً منصوب ہے۔ محلاً مجرور ہے۔ حرف جر کے پوشیدہ ہونے کی وجہ سے:-

جیسے: "اللہ لأفعلن" میں اسم جلالت اللہ عزوجل سے پہلے حرف جر حذف ہے:-

س 166 "جنت" کے معنی اور اسکی تحقیق بیان کریں؟

ج "جنة" یہ "مرة" کے وزن پر ہے۔ اور "جنّ یجُنُّ" سے ہے۔ اور اسکا مصدر ہے۔ اور اسکے معنی "چھپانے" کے ہیں۔

ترکیب مدار:-

جسکا "فاء کلمہ" جیم" اور عین کلمہ "نون" ہو تو اسکے معنی چھپانے کے ہوتے ہیں:-

اور اسی وجہ سے سایہ دار درخت کو بھی "جنات" سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اسلئے کہ گویا کہ اُس درخت نے ایک مرتبہ اپنے اندر آنے والے کو چھپا لیا! - یعنی:- جو بندہ درخت کے سائے میں بیٹھے گا تو درخت اپنی ٹہنیوں سے اُس بندے کو چھپا لے گا۔

دلیل:-

قال ابن زھیر:- کأن عینی فی غربی مقتلة

ترجمہ:- گویا کہ میری دونوں آنکھیں اونٹنی کے دو ڈول میں

من النواضح تسقی جنة سحقا

ترجمہ:- سیرابی کرنے والی اونٹنیوں میں سے وہ بڑے درخت کو سیراب کرتی ہے۔

شعر کا مقصد:-

کثرت رونا بیان کر رہا ہے۔

تشریح:-

بظاہر اونٹنی ڈول کو اٹھا کر درخت کو سیراب کر رہی ہے لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ اونٹنی میرے آنسوؤں سے ڈول بھر کر درخت کو سیرابی کر رہی ہے۔

س 167 "جنت" کو "جنت" کہنے کی وجہ تحریر کریں!

ج پہلی وجہ:-

اسلئے کہ جنت میں گھنے دار درخت ہوتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

Date 14-02-19

اور "جنت" کے معنی "گھنے دار سایہ دار درختوں کو کہتے ہیں۔
اور جنت میں بھی درخت ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے "جنت" کو جنت کہتے ہیں۔

دوسری وجہ:۔

"جنت" کے معنی "چھپانے" کے ہیں۔
اور جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کیلئے جنت میں مختلف نعمتیں تیار کی ہیں ان نعمتوں کو دنیا میں اللہ تعالیٰ نے بندوں سے پوشیدہ کیا ہے۔ اس بناء پر "جنت" کو "جنت" کہتے ہیں:۔

دلیل:۔

قال اللہ تعالیٰ:۔ فلا تعلم نفس ما أخفی لھم من قرۃ أعین:۔
"سورۃ السجدۃ 17"

س[168] "جنات" کو جمع اور نکرہ لانے کی وجہ تحریر کریں؟
ج جمع لانے کی وجہ:۔
حضرت ابن عباس کے قول کے مطابق جنت کی "7" اقسام ہیں!۔ اس بناء پر جنات کو جمع ذکر کیا ہے۔
اور جنت کی "7" اقسام درج ذیل ہیں:۔
1- جنۃ الفردوس 2- جنۃ العدن 3- جنۃ النعیم 4- دار الخلد
5- جنۃ المأوی 6- دار السلام 7- علیین:۔

ان طبقات میں سے
ہر طبقہ کا مرتبہ مختلف ہے۔ اعمال اور اعمال کرنے والوں کے متفاوت ہونے کی وجہ سے:۔

س[169] بندہ عمل کی وجہ سے جنت میں جائے گا یا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں جائے گا:۔؟
"لھم" میں جو لام ہے۔ لام اس بات پر دلالت کرتا ہے لوگ جنت کے مستحق ہونگے ایمان لانے اور عمل صالح کی وجہ سے۔ بذات ان اعمال صالحہ کی وجہ سے کوئی بھی جنت میں نہیں جائے گا۔ اور ایمان لانا اور اچھے عمل کرنا یہ بھی کافی نہیں ہوگا۔ اسلئے کہ بندہ غور کرے اس سے پہلے جو نعمتیں ملی ہیں۔ یہ کس کے بدلے میں ملی ہیں۔
بلکہ بندہ جنت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جائے گا۔

Scanned by CamScanner

Date 16-02-19

نکتہ :-

بندہ جنت کا مستحق اُس وقت ہوگا جب ایمان پر مرے ۔

دلیل :-

قولہ تعالیٰ :- ومن یرتدد منکم عن دینہ فیمت وھو کافر فأولئک حبطت أعمالھم :- البقرہ 217

قولہ تعالیٰ لنبیہ علیہ السلام :-

لئن أشرکت لیحبطن عملک

"الزمر، ٦٥"

"تجری من تحتھا الأنھار"

س 170 مذکورہ آیت کریمہ کی وضاحت کریں ؟

ج جنت کے نیچے نہریں جاری ہیں اس سے مراد :- جنت کے درختوں کے نیچے نہریں جاری ہیں :-

دلیل :-

تم دیکھتا ہے نہریں درختوں کے نیچے سے جاری ہوتی ہیں اُن درختوں کے نیچے جو درخت کناروں پر اُگتے ہیں ۔

دلیل :-

حضرت مسروق راوی ہیں :- کہ جنت کی نہریں بغیر گڑھے کے جاری ہوتیں ہیں :-

س 171 "الانھار" میں الف لام کونسا ہے ؟

ج اس میں "2" اقوال ہیں :- جو درج ذیل ہیں :-

پہلا قول :-

الف لام عھد ذہنی کا ہے ۔

دلیل :-

تمہارا قول فلان کیلئے کہنا :-

بستان فیہ الماء الجاری :-

دوسرا قول :-

الف لام عھد خارجی کا ہے ۔ اس صورت میں معھود وہ ہے ۔ جو اللہ تعالیٰ کے فرمان "انھار من ماء غیر اسن" میں ہے ۔ وہ کیا ہے ۔ وہ معھود یہ ہے کہ "ایسی نہریں

Date 17.02.19

ہیں جنکا پانی خراب نہیں ہے۔

172 س " انہار " کی تحقیق اور اسکے معنی تحریر کریں؟

ج " انہار " نہر " کی جمع ہے۔

لغوی معنی:۔

جیسے پھاڑ ہے۔

اصطلاحی تعریف:۔

ایسی نہر جو نالے سے بڑی ہو سمندر سے چھوٹی ہو۔ اسکو " نہر " کہا جاتا ہے۔

" نہر " کی اصل وضع:۔

وسعت کیلئے تھی:۔

آیت میں انہار سے مراد:۔

آیت میں " انہار " سے " 2 " مراد ہو سکتی ہیں:۔

پہلی مراد:۔

" نہر " سے پہلے مضاف محذوف ہے۔ وہ " ماء " ہے۔ اس صورت میں یہ اسناد مجازی ہوگی۔

یعنی:۔ محل بول کر حال مراد لیا ہے۔

دوسری مراد:۔

" انہار " اپنی حقیقی معنی پر ہوگا۔ لیکن جریان کی جو اسناد " انہار " کی طرف کریں گے یہ مجاز عقلی ہوگی۔

یعنی:۔ فعل کی اسناد محل کی طرف کی:۔

" کلما رزقوا منها من ثمرة رزقا قالوا هذا الذي رزقنا "

---

173 س آیت کریمہ کا تعلق بیان فرمائیے؟

ج آیت کریمہ کا " 3 " طرح سے اعتبار ہو سکتا ہے۔

پہلا تعلق:۔

جنات کی صفت اول " تجری من تحتها الانهار " ہے۔ اور صفت ثانی " کلما رزقوا منها من ثمرة ..... " بنے گی۔

دوسرا تعلق:۔

مبتداء محذوف " هم " یا " هي " اور " کلما رزقوا ... " خبر بنے گی:۔

Scanned by CamScanner

Date 19.02.19

تیسرا تعلق :-

جملہ مستانفہ ہوگا۔ اور سوال مقدر کا جواب ہے۔

سوال :-

جب جنتیوں کو جنت کے پھل دیئے گئے تو جنتیوں نے کہا یہ وہ پھل ہیں جو ہم کو اس سے پہلے دیے گئے ہیں تو سامع کے دل میں یہ بات آئی کہ کیا جنت کے پھل دنیا کے پھلوں کی طرح ہیں یا پھر دوسری اجناس ہیں؟

جواب :-

جنت کے پھل دنیا کے پھلوں میں رنگ میں مشابہے ہیں۔ لیکن ذائقے میں مختلف ہیں۔

س 174 آیت کریمہ میں "منھا اور" من ثمرۃ" آیا ہوا ہے۔ دونوں "مِن" کی تحقیق بیان کریں؟

ج دونوں "مِن" ابتداء کیلئے ہیں :-

سوال :-

نحو کا اصول یہ ہے کہ دو حرف جر کا ایک معنیٰ مراد لینا درست نہیں ہے۔ مگر ان کے مابین حرف عطف ذکر ہو یا پہلا والا حرف جر مبدل منہ اور دوسرے والا حرف جر بدل ہو تو اس صورت میں دونوں حرف جر سے ایک معنیٰ مراد لینا درست ہے لیکن آیت کریمہ میں نہ حرف ج ہے اور نہ ہی دوسرا بدل ہے؟

جواب :-

دونوں حرف ظرف مستقر ہوکر حال بنے گے :- اور ایک ذوالحال کے کئی حال آسکتے ہیں۔ تو اس اعتبار سے آپ کا اعتراض کرنا درست نہیں ہوگا :-

اصل کلام :-

جب بھی انکو رزق دیا گیا جنت سے ابتداء ثمرہ پھل سے ابتداء کرتے ہوئے۔

دوسرا احتمال :-

"من ثمرۃ" کے "من" کو بیانیہ مراد لے۔ تو اس صورت میں "عطف بیان" مقدم اور "مبین" مؤخر ہوگا۔

Scanned by CamScanner

Date 19.02.19

جیسے :- رأیت منک اسد :-

عطف بیان ← منک
مقدم

مبین ← اسد
مؤخر

حال مترادفہ :-
ایک ذوالحال دو حال ہوں۔

منھا من ثمرۃ رزقا

منھا ← ظرف مستقر ہو کر حال اول
من ثمرۃ ← حال ثانی
رزقا ← ذوالحال

حالِ متداخلہ :-
ذوالحال میں ضمیر جو حال بن رہی ہو۔

منھا من ثمرۃ رزقا

منھا ← حال
ظرف مستقر ، ھا ضمیر
ذوالحال
من ثمرۃ ← حال
رزقا ← ذوالحال

س [173] "ھذا" اسم اشارے کا اصول یہ ہے کہ اسم اشارہ موجود اور حاضر چیز کی طرف کیا جاتا ہے اور آیت کریمہ میں "ھذا" ہے۔ جنتی لوگ کہتے ہیں یہ وہ پھل ہے جو پہلے دیا گیا
سوال یہ ہے کہ جو پہلے دیا گیا تو وہ کھا کر فنا کر دیا وہ معدوم ہوئی تو معدوم چیز کی طرف اشارہ تو نہیں کیا جاتا؟

ج اگرچہ وہ پھل فنا ہو گئے معدوم ہو گئے لیکن اشارہ پھلوں کی نوع کی طرف ہے۔ کہ اس پھل کی قسم ہمیں دنیا میں دی گئی :-

اور یہاں پر تشبیہ بلیغ ذکر ہے۔ حرف تشبیہ حذف ہے کہ جنت کے پھل دنیا کے پھل کی مثل ہے۔ مشبہ بہ اور مشبہ کے مابین تشبیہ کے پختہ ہونے کی وجہ سے حرف تشبیہ کو حذف کیا :-

Scanned by CamScanner

"من قبل"

س 176: "من قبل" کی وضاحت کریں؟

ج: پہلی توجیہ:-

دنیا میں ہمیں پھل دیے گئے ہیں۔ جنت کے پھلوں کو دنیا کے پھلوں کی جنس بنایا۔ اسلئے کہ طبیعت مانوس چیزوں کی طرف مائل ہوتی ہے۔ اور غیر مانوس چیزوں کی طرف طبیعت مائل نہیں ہوتیں ہیں۔

دوسری توجیہ:-

جنت میں اس جیسا پھل ہمیں پہلے دیا گیا۔

پہلی دلیل:-

حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حکایت ہے۔ فرماتے ہیں۔ جب جنتیوں میں سے کسی ایک کو پیالہ دیا جائے تاکہ وہ اس میں سے کھائے جب کھائے گا پھر دوسرا پیالہ دیا جائے گا تاکہ اس میں سے بھی کھائے گا۔ تو بندہ کہے گا یہ تو وہ پھل ہے جو مجھے اس سے پہلے دیا گیا اور میں نے کھا لیا۔ تو فرشتہ کہے گا آپ کھائیے، اگرچہ اس پھل کا رنگ ایک ہے لیکن ذائقہ مختلف ہے۔

دوسری دلیل:-

سرکار علیہ السلام نے فرمایا۔ اس ذات کی قسم جسکے قبضہ قدرت میں محمد کی جان ہے۔ جب اہل جنت میں سے کسی مرد کو پھل دیا جائے گا تاکہ وہ اسکو کھائے تو بندہ پھل کو اپنے منہ کے قریب کرے گا تو اللہ پہلے والے پھل کی جگہ پر دوسرا پھل پیدا فرما دے گا۔ بندہ کہے گا یہ وہ پھل ہے جو مجھے دیا گیا ہے۔

قال قاضی:-

من قبل سے مراد پہلی توجیہ مراد لینا زیادہ بہتر اور اظہر ہے۔ اس لیے کہ "کلما" عموم پر دلالت کرتا ہے۔ جب جب بھی انکو پھل دیا جائے گا تو وہ کہیں گے کہ یہ وہ پھل ہے جو ہمیں پہلے دیا گیا ہے۔

Scanned by CamScanner

Date 21-02-19

"وأتوا به متشابها"

س 177 مذکورہ آیت کریمہ کا ماقبل والی آیت سے تعلق تحریر کریں؟

ج "وأتوا به متشابها" جملہ معترضہ ہے۔ اور یہ جملہ "هذا الذي رزقنا" کے مفہوم کو پختہ کر رہی ہے۔

س 178 "به" میں ضمیر واحد کی ہے۔ اور اسکا مرجع "تشابہ والی" اشیاء ہیں۔ جو متعدد ہیں۔ تو راجع اور مرجع کے درمیان مطابقت نہیں ہے؟

پہلی توجیہ:-

"من قبل" سے مراد "دنیا" مراد ہے تو اس صورت میں "به" کی ضمیر کا مرجع "جنس رزق" ہوگا۔ اور جنس کا اطلاق متعدد اشیاء پر ہوتا ہے۔ تو لہذا کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

دلیل:-

قوله تعالیٰ:- إن يكن غنيا أو فقيرا فالله أولى بهما

"سورة النساء 153"

موضع الاستشهاد:-

اللہ تعالیٰ جنس غنی کو اور جنس فقیر کو زیادہ بہتر جانتا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک فقیر یا ایک غنی کو جانتا ہے۔

دوسری توجیہ:-

"من قبل" سے مراد "جنت" ہو تو اس صورت میں "به" کی ضمیر کا مرجع "رزق" ہوگا۔ تو اس صورت میں کوئی اعتراض نہ ہوگا۔

تیسری توجیہ:-

جنتی ہر پھل کو دیکھ کر یہ کہیں گے کہ ان اعمال کا بدلہ ہے جن کی ہم کو دنیا میں توفیق دی گئی تھی۔ جس طرح اعمال کا ثواب مختلف ہوتا ہے۔ اسی طرح پھل بھی مختلف اقسام کا دیا جائے گا۔

جس طرح کا عمل ہوگا۔ اسی طرح کا جنت میں بندہ ثواب کا مستحق ہوگا۔

Scanned by CamScanner

Date 21-02-19

س 177 اگر مشابہت سے مراد وصف مراد لیا جائے کہ جنتی پھل دُنیا کے پھلوں کے وصف میں مشابھے ہیں تو یہ درست نہیں ہے اسلئے کہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ جنت میں دُنیا کے کھانے نہیں ہیں مگر نام؟
تو پھر جنتی پھل دُنیا کے پھلوں سے کس طرح مشابھے ہیں؟

ج اعتراض کرنا آپ کا بالکل دُرست ہے
جنتی پھل دُنیا کے پھلوں کے مشابھے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ صورت میں ایک جیسے ہیں۔ لیکن کھانے، لذت، ذائقہ وغیرہ میں مختلف ہیں:-
تو اس اعتبار سے آپکا اعتراض کرنا دُرست نہیں ہوگا:-

"ولھم فیھا أزواج مطھرة"

س 178 "مطھرة" سے کیا مراد ہے؟

ج عورتوں کا اُن اشیاء سے پاک ہونا جن اشیاء کے ذریعے عورتوں سے گھن کھائی جاتی ہے۔ اور عورتوں کو قابلِ مذمت سمجھا جاتا ہے۔
جیسے:- حیض اور میل اور طبیعت کا بُرا ہونا اور بُرے اخلاق:-

اعتراض:-
تطھیر کا اجسام میں استعمال حقیقت اور اخلاق اور افعال میں استعمال مجاز ہے۔ تو آیت کریمہ میں تو "حقیقت اور مجاز" کو جمع کر دیا؟

جواب:-
تطھیر کا اجسام اور اخلاق اور افعال میں استعمال حقیقت اور مجاز کو جمع کرنا نہیں ہے۔ بلکہ عموم مجاز میں بھی مراد ہے۔

نحوی نکتہ:-
جمع مکسر موصوف ہو تو اسکی صفت واحد

Date 25-02.19

اور جمع مؤنث بھی لا سکتے ہو۔
تو:- ازواج مطھرۃ و ازواج مطھرات بھی پڑھ سکتے ہو۔

واحد جنس عورت کی بناء پر پڑھے گئے۔ — جمع "ازواج" کی بناء پر پڑھے گئے۔

دلیل:-
قال شاعر:- واذا العذاری بالدخان تقنعت۔
ترجمہ:- اور جب کنواری عورت نے دھوئیں کو پردہ بنایا
واستعجلت نصب القدور فملت۔
ترجمہ:- اور ہانڈی کو اتارنے میں جلدی کی تو سالن نکال لیا۔
موضع استشھاد:-
تقنعت، واستعجلت، وملت
تینوں واحد مؤنث کے صیغے ہیں۔ لیکن ان کے ضمیر کا مرجع "عذاری" جمع ہے۔

"مطھرۃ" ابلغ ہونے کی وجہ:- "متطھرۃ" کے معنی خود پاک کے ہیں۔ اور "مطھرۃ" کے معنی کہ جسکو پاک کیا گیا ہو۔ اور ان کو اللہ تعالیٰ نے پاک کیا ہے۔ اس بناء پر "مطھرۃ" کا صیغہ "متطھرۃ" سے زیادہ بلیغ ہے۔

س 179: "زوج" کی تحقیق بیان کریں؟
ج: "زوج" مذکر اور مؤنث دونوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ "زوج" کی اصل وضع اپنے جنس کے "ساتھی" کیلئے ہوئی ہے۔

س 180: کھانے کا مقصد "غذاء حاصل کرنا" اور نکاح کا مقصد "اولاد" کا حصول ہے۔ اور جنت میں لوگ تو اس سے مستغنی ہیں۔ پھر آیت کا مطلب ہے؟
ج: جنت کے کھانے اور نکاح اور جنت کے دیگر احوال سے مراد یہ ہے کہ دنیوی کھانے وغیرہ میں کچھ مشابہت ہوگی۔ بالکلیہ طور پر مشابہت نہیں ہے کیونکہ تشبیہ من کل جزء دی جاتی ہے۔

Scanned by CamScanner

Date 25-02-19

"وھم فیھا خالدون"

181 س "خالدون" کے معنیٰ کی تحقیق اور اختلاف بیان کریں؟

ج عند المعتزلی:۔

"خالدون" "خلد" اور "خلود" سے ہے۔

اور اسکے معنیٰ "ہمیشگی" کے ہیں:۔

عند الجمھور:۔

"خالد" کے دو معانی ہیں:۔

1۔ لمبی مدت سے جو ہمیشہ کیلئے نہ ہو۔

2۔ لمبی مدت سے جو ہمیشہ کیلئے ہو۔

پہلے معنیٰ کی مثال:۔

عرب کا مقولہ۔ أثافی، احجار

↓ ↓

پتھروں چولہے

↓

ان دونوں کو "خوالد" سے عرب تعبیر کرتے ہیں۔ اسلئے کہ ان کیلئے لمبی مدت تو ہے۔ لیکن ہمیشگی والی مدت نہیں ہے۔ پھر عرب والے ان کو "خوالد" سے موسوم کرتے ہیں۔

معتزلی کو جواب:۔

اگر "خالد" کے معنیٰ ہمیشگی والے مراد ہیں تو پھر "خالد" کو "ابدا" سے مقید کرنا یہ لغو ہو جائے گا۔ اس سے "خالد" سے مطلق "ہمیشگی" والا معنیٰ مراد نہیں لیے گئے:۔

182 س "خالد" سے لمبا پیریڈ ہو اور اسکی دو اقسام بنائے تو اس صورت میں "مشترک" یا "مجاز" لازم آئے گا۔ حالانکہ اصول یہ ہے کہ ان کی نفی ہو اور حقیقت مراد ہو؟

ج "خالد" سے دو معانی مراد لیے یہ عموم مجاز کے طور پر۔ اور عموم مجاز کے طور پر "خالد" سے دو معانی مراد لے سکتے ہیں۔

جیسے:۔ جسم کا اطلاق انسان پر بھی ہے اور جانور پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔

Scanned by CamScanner

Date 25-02-19

قولہ تعالیٰ :- وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد

↓

ہم نے آپ سے پہلے کسی کو ہمیشگی کیلئے پیدا نہیں فرمایا۔ بلکہ ہر جان کو اس مرحلے سے گزرنا ہے۔
اور "ہمیشگی" والا معنی "خالد" کا ایک فرد ہے۔

س 183 جنتیوں کے جسم جنت میں ہمیشہ رہیں گے حالانکہ جسم تو مختلف اجزاء سے مرکب ہے اور اجزاء میں سے ایک جزء کبھی دوسرے جزء پر غالب آتا ہے۔ جس پر اشیاء کا غلبہ ہوتا وہ متغیر ہوتی ہیں جو متغیر ہوتی ہیں وہ حادث ہوتی ہیں تو پھر جسم ہمیشہ کیسے رہیں گے؟

ج جنتیوں کا جسم اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں پیدا فرمایا جس پر اشیاء کا غلبہ ہوتا ہو۔ بلکہ ایسا پیدا فرمایا جس پر کوئی شئ جسم پر غالب نہ آئے۔ جب غالب نہ آئے گی۔ تو متغیر نہ ہوگی۔ جب متغیر نہ ہوگی تو حادث نہ ہوگی۔ جب حادث نہ ہوگی تو "قدیم" ہونا ثابت ہو گیا۔

س 184 جنت میں بہت ساری نعمتیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے تینوں نعمتوں "مسکن و مطعم و منکح" کو ذکر کیا ہے؟

ج اللہ تعالیٰ نے مذکورہ "3" نعمتوں کو اسلئے بیان فرمایا کہ زندگی گزارنے کا دارومدار مذکورہ ان تینوں نعمتوں پر ہے۔ اسلئے ان تین نعمتوں کو بیان فرمایا۔

"إن الله لا يستحي أن يضرب مثلا ما بعوضة"

س 185 مذکورہ آیت کا تعلق تحریر کریں؟

ج جب اللہ تعالیٰ نے ماقبل والی آیتوں میں منافقین کو "مستوقدین" و "صیب من السماء" سے تشبیہ دی۔ تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس چیز کو بیان فرمایا جو مثال کا حسن ہے جو مثال کا حق ہے جو مثال میں شرط ہے۔ وہ یہ ہے کہ مثال

Scanned by CamScanner

Date 05-03-19

ممثل لہ کے مطابق دی جائے گی۔ نہ کہ ممثل کے۔ تو
ممثل لہ عظیم ہے تو مثال بھی عظیم دی جائے گی۔ اگر ممثل لہ
کم تر ہے تو مثال بھی کم تر چیز کے ساتھ دی جائے گی۔

س 186 مثال کو بیان کرنے کی وجہ تحریر کریں؟
ج ممثل لہ کے معنی کو واضح کرنے کیلئے اور ممثل لہ کے پردے
کو دور کرنے کیلئے اور ممثل لہ کو اس صورت پر ظاہر
کرنا جو مشاہد بھی ہو اور محسوس بھی ہو۔

وجہ:
تاکہ ممثل لہ میں وہم عقل سے اتفاق کرے۔
اور وہم نے عقل کی صلاح کی ممثل لہ کے معاملے پر۔

س 187 کفار نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے بتوں کو مکڑی کے ساتھ
تشبیہ دی حالانکہ اللہ تعالیٰ تو اعلیٰ وارفع ہے؟
ج پہلی توجیہ:
اس کے رد میں " ان اللہ لا یستحی ان یضرب
مثلا ما بعوضۃ " آیت کریمہ نازل ہوئی۔
دوسری توجیہ:
اللہ تعالیٰ حیاء نہیں فرماتا کہ مچھر کی مثال
بیان نہ فرمائے بلکہ مچھر سے کم چیز کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ
مثال بیان فرما سکتا ہے۔
اور حقیر چیز کے ساتھ تشبیہ دینا
کلام عرب میں بھی موجود ہے۔
جیسے: اسمع من قراد:

دوسرا آیت کریمہ کا تعلق:
جب اللہ تعالیٰ نے منافقین
کو اس راستے کیطرف ہدایت دی جو اس بات
پر دلیل ہے کہ جس چیز کے ساتھ چیلنج دی گئی ہے وہ
وہ " وحی " ہے جو نازل کی گئی ہے
اسی پر اللہ تعالیٰ نے
ان لوگوں کیلئے وعید فرمائی جنہوں نے " کفر " کیا۔ اور وعدہ
فرمایا جنہوں نے " ایمان " لایا۔

Scanned by CamScanner

س 188 "حیاء" کی تعریف بیان کریں؟ اور اس کا مشتق منہ بھی تحریر فرمایئے:۔

ج معنی:۔
نفس کا رک جانا برے افعال سے مذمت کے خوف کی وجہ سے۔

حیاء:۔
حیاء "وقاحۃ" اور "خجل" کے مابین کا نام ہے۔

↓ مراد ↓ مراد

نفس کا برے افعال پر جرأت کرنا۔ اور قبیح چیزوں سے لاپرواہی کرنا۔

مطلق کام سے نفس کو روک دینا۔ یعنی:۔ نماز، روزہ وغیرہ چھوڑنا حیاء کرتے ہوئے۔

حیاء کا مشتق منہ:۔
"حیاء" "حیاۃ" سے مشتق ہے۔ اور "حیاۃ" "ٹوٹ جانے" کو کہتے ہیں۔ اور یہ قوت حیوان کو لاحق ہوتی ہے۔ پس "حیاء" بندے کو افعال قبیحہ سے روک دیتی ہے۔

عرب کا مقولہ:۔
حیی الرجل:۔ جب بندہ کمزور ہو جاتا ہے اُس وقت مذکورہ مقولہ عرب استعمال کرتے ہیں۔

س 189 "حیاء" کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو وہاں پر "حیاء" سے کیا مراد ہے؟

ج "حیاء" کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس حیاء سے مراد وہ "ترک" مراد ہوگا۔ جو رک جانے کو لازم ہے۔

جیسے:۔ رحمت سے مراد انتہائی معنی مراد ہے۔

حیاء کے معنی پر دلیل:۔
اذا ما استحیین الماء یعرض نفسہ

ترجمہ:۔ اونٹیوں نے جب پانی کو چھوڑ دیا اس حال میں کہ پانی حاضر تھا
کرمن بسبت فی إناء من الورد

ترجمہ:- اونٹوں نے خود منہ سے پانی پیا پھول کے برتن میں
موضع استشہاد:-
"استحیین" کے معنی "ترک" چھوڑنے
کے ہیں۔

س 190 "ترک" سے عدول کر کے "استحیی" کیوں ارشاد فرمایا؟
ج "استحیا" سے مراد "ترک" ہے۔ تو اس صورت میں کنایہ
کا معنی حاصل ہو رہا ہے۔ اور "ترک" کے ذریعے صریح معنی
حاصل ہو رہے ہیں۔ تو بلاغت کا قاعدہ ہے کہ "الکنایۃ
ابلغ من الصریح":- اس وجہ سے "استحیا" ذکر
کیا۔

س 191 "ان یضرب" ترکیب کلام میں کیا واقع ہو رہا ہے؟
ج عند الخلیل:-
"ان" اپنے صلے سے مل کر "مجرور" ہے۔ "ان"
سے پہلے "حرف جر" محذوف ہے۔
جیسے:- اللہ لأفعلن:-
عند سیبویہ:-
"ان" اپنے صلے سے مل کر "منصوب" بنے گا۔
"حرف جر" فقط فعل کے ساتھ ملانے کیلئے کافی ہے۔
جیسے:- واختار موسی قومہ:-

س 192 "ما" ترکیب کلام میں کیا بن رہا ہے؟
ج پہلا احتمال:-
"ما" ابہامیہ ہے۔ اس "ما" نے ماقبل نکرہ
کے عموم کے معنی میں مزید پختگی کر دی:- اور اس معنی کو "مقید"
کرنے سے روک دیا:-
جیسے:- أعطنی کتابا ما:-
یعنی:- ای کتاب کان:-
دوسرا احتمال:-
"ما" زائدہ ہے۔ اور اس صورت میں "تاکید" پیدا ہوگی۔
دلیل:-
قولہ تعالیٰ:- فبما رحمۃ من اللہ (آل عمران 159)

Scanned by CamScanner

Date 11-03-19

زائد سے مراد :-

زائد سے مراد یہ ہے جس کیلئے ایسا معنی پہلا وضع نہ کیا ہوا جو معنی مراد لیا جائے :-

"ما" کو اسلئے وضع کیا تاکہ اسکو تمیز کیساتھ ذکر کیا جائے تاکہ "تمیز" کے معنی کو پختہ کرے

س 193 "بعوضة" کی ترکیب تحریر کریں اور دوسری قراءت بیان کریں :

ج پہلی ترکیب :-

"بعوضة" عطف بیان اور "مثلاً" مبیّن :

دوسری ترکیب :-

"بعوضة" ذوالحال اور "مثلاً" حال پھر ذوالحال اور حال ملکر "یضرب" کا مفعول بنے گا۔

تیسری ترکیب :-

"مثلاً" مفعول اول اور "بعوضة" مفعول ثانی۔

دوسری قراءت :-

"بعوضة" رفع کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔

اس صورت میں "هو" مبتداء اور "بعوضة" خبر ہے۔

اس صورت میں "ما" :-

"رفع" کی صورت میں "ما" کے 3 احتمال ہیں :- جو درج ذیل ہیں :-

پہلا احتمال :-

"ما" موصولہ ہوگا۔ اور اس صورت میں موصول کا صدر صلہ حذف ہوگا۔

جیسے :- قولہ تعالیٰ :- تماما علی الذی أحسن :-

دوسرا احتمال :-

"ما" موصوفہ ہوگا۔

تیسرا احتمال :-

"ما" استفہامیہ ہوگا۔ اور اس صورت میں "ما" مبتداء بنے گا :-

بَعُوض :-

"بعوض" "فعول" کے وزن پر ہے۔ "بعض" سے ہے۔ جس کا معنی "ٹکڑا" ہے۔ اصل وضع میں صفت ہے۔ لیکن بعد میں "علم" کا غلبہ دیا گیا :-

Scanned by CamScanner

Date 11-03-19

"فما فوقها"

س ۱۹۹ "مذکورہ آیت کا تعلق بیان کریں؟

ج پہلا احتمال:-

"بعوضۃ" سے معطوف بنے گا۔

دوسرا احتمال:-

"ما" سے معطوف بنے گا۔ جب "ما" کو اسم مانے:-

فوق:-

چھوٹی چیز اور بڑی چیز دونوں کیلئے آتا ہے۔

چھوٹی کی مثال:-

قولہ علیہ السلام:- ما اصاب المؤمن من مکروہ فھو کفارۃ لخطایاہ حتی نخبۃ النملۃ:-

بڑی کی مثال:-

قولہ السلام:- ما من مسلم یشاک شوکۃ فما فوقھا الا کتبت لہ درجۃ و محیت عنہ بھا خطیئۃ:-

تمت بالخیر

11/03/19

12:30 PM

1440

Scanned by CamScanner